

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، دلائل اور شبہات کا ازالہ

انوار الحجة فی وضع الیدین تحت السرة

مشہور اہل حدیث عالم  
شیخ کفایت اللہ سنابلی کی کتاب

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر  
کا ایک سرسری جائزہ

از

عبدالرشید قاسمی سدھارتھ نگری

بشرط اطلاع ہر ایک کو طباعت کی اجازت ہے

### تفصیلات

نام کتاب	:	انوار الحجة فی وضع الیدین تحت المروة
تالیف	:	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، دلائل اور شبہات کا ازالہ
نظر ثانی:	:	عبدالرشید قاسمی سدھارتھ گمری
	:	مفتی محمد اجمل الازہار فائونڈیشن

☆ باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

☆ فصل اول: مرفوع احادیث

☆ حدیث پہل بن سعد رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری)

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (سنن نسائی و سنن ابوداؤد وغیرہ)

☆ حدیث طاؤس رحمہ اللہ

☆ حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ

☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

☆ تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ فصل دوم: آثار صحابہ

☆ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة)

☆ حدیث عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

☆ باب دوم: احناف کے دلائل

☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (من الزی)

☆ حدیث انس رضی اللہ عنہ (من اخلاق النبوة)

☆ مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

☆ باب سوم: اقوال اہل علم

☆ تابعین کے اقوال

☆ ائمہ اربعہ کے اقوال

☆ سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول کسی سے مروی ہے یا نہیں؟

☆ باب چہارم عقلی دلائل

## فہرست مفصل

### ☆ پیش لفظ

آوار البدر کا زیر تبصرہ نسخہ

سنائی صاحب کے بارے میں علما مائل حدیث کی رائے

آوار البدر کے بارے میں علما مائل حدیث کی رائے

چند ضروری باتیں

### ☆ انوار البدر کے عرض مؤلف پر ایک نظر

تہوٹا دعوی

دوسرا دعوی

تیسرا دعوی

آپسی معرکہ آرائی

چوتھا دعوی

### ☆ انوار البدر کے مقدمہ پر ایک نظر

امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک

### ☆ تقریظ پر ایک نظر

مناظر جماعت کی تحقیق

ایک اور رجسٹر

### ☆ باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

#### ☆ فصل اول: مرفوع احادیث

#### ☆ حدیث سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری)

حدیث کھل بن سعد کا جواب

سنائی صاحب کی حدیث بھی

#### ☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (سنن نسائی و سنن ابوداؤد وغیرہ)

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا جواب

#### ☆ حدیث طاؤس رحمہ اللہ

حدیث طاؤس رحمہ اللہ کا جواب

دو مجتہد کی تضاد بیانی

#### ☆ حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ

حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کا جواب

سنائی صاحب کی عبارت بھی

#### ☆ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

حدیث وائل بن حجر کا جواب

مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے

اثبات باطل و ابطال حق

مناجی صاحب کا خود ساختہ اصول

مناجی صاحب کی منطق

مناجی صاحب کا بہتان

مناجی صاحب کی بدحواسی

### ☆ مقالہ: اثبات الدلیل علی توفیق مؤمل بن اسمعیل

مقالہ: اثبات الدلیل علی توفیق مؤمل بن اسمعیل پر سرسری نظر

مؤمل بن اسمعیل منکر الحدیث ہے

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی پہلی دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی دوسری دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی تیسری دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی چوتھی دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے منکر الحدیث نہ ہونے کی پانچویں دلیل اور جواب

مؤمل بن اسمعیل کے بارے میں چار صحابہ کے اقوال مع تبصرہ

مؤمل بن اسمعیل کے بارے میں مومنین کے اقوال مع تبصرہ

ائمہ کرام پر بہتان

### ☆ تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿فصل لربک وانحر﴾

تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

### ☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

مذکورہ عنوان پر تبصرہ

### ☆ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

### ☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

حدیث علی رضی اللہ عنہ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾ کا جواب

### ☆ حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة...)

حدیث علی رضی اللہ عنہ (فوق السرة...) کا جواب

مناجی صاحب کی تشاد بیانی

### ☆ حدیث عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

حدیث عبد اللہ بن جابر کا جواب

ایک اور تشاد بیانی

### ☆ باب دوم: اختلاف کے دلائل

### ☆ فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

### ☆ حدیث علی (من السنة)

ایک اور جمود دعوی

امام نووی کی اندھی تقلید

### ☆ حدیث انس رضی اللہ عنہ (من اخلاق النبوة...)

حضرت انس بن مالک کی روایت پر اعتراض اور جواب

☆ مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

تحریف کی پہلی دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی تیسری دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی چوتھی دلیل اور اس کا جواب

تحریف کی پانچویں دلیل اور اس کا جواب

☆ باب سوم: اقوال اہل علم

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے عداوت

☆ تابعین کے اقوال

☆ تابعی ابو مجلز رحمہ اللہ کا قول

حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کے قول پر اعتراض اور جواب

☆ تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول پر اعتراض اور جواب

عالمی صاحب کی خود غرضی

☆ ائمہ اربعہ کے اقوال

ائمہ اربعہ کی طرف غلط اور چھوٹی نسبت

صحابہ کرام کی طرف غلط نسبت

☆ باب چہارم: عقلی دلیل

احناف کی عقلی دلیل پر اعتراض اور جواب

عالمی صاحب کی دھاندلی

☆ سنابلی صاحب کی کذب بیانیوں اور قریب کاریوں کا خلاصہ

☆ حرف آخر

☆ ایک غلط ساز مشورہ

☆ ماخذ مراجع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### پیش لفظ

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين اما بعد!

قارئین کرام! حافظ محمود عبدالباری صاحب کا دیا ہوا ”انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر“ کا جو نسخہ اس وقت راقم کے سامنے ہے، وہ ۳۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف شیخ ابوالغزوان کفایت اللہ صاحب سنابلی ہیں، مقدمہ نگار مشہور اہل حدیث عالم شیخ ارشاد الحق صاحب اثری ہیں، کمپیوٹرنگ کا کام شفیق احمد محمد عدیل صاحب محمدی نے کیا ہے، پروف ریڈنگ محمد ہاشم عبدالجبار صاحب الجامعی نے کی ہے، اور اسلامک انفارمیشن سینٹر، کربلا، ممبئی سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ پوری کتاب عرض ناشر، عرض مؤلف، مقدمہ، تقاریر اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) عرض ناشر ص ۱۷ سے ص ۱۹ تک تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، جس کے رائٹر سرفراز صاحب فیضی ہیں۔

(۲) عرض مؤلف ص ۲۰ سے ص ۲۹ تک دس صفحات پر مشتمل ہے۔

(۳) مقدمہ ص ۳۰ سے ص ۳۳ تک چار صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) تقاریر ص ۳۴ سے ص ۵۲ تک کل اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے، جن میں مفکر جماعت، سلطان اہلکم، فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی (علی گڑھ)۔ مناظر جماعت، فضیلۃ الشیخ رضا، اللہ عبدالکریم مدنی ناظم تعلیمات جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی۔ فضیلۃ الشیخ محفوظ الرحمن فیضی استاذ حدیث جامعہ محمدیہ کھید پورہ، مئو۔ فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی امیر صوبائی جمعیۃ اہل حدیث، ممبئی۔ ابوالمیر ان ایڈیٹر دولسان ماہنامہ ”دی فری لانسر“ ممبئی، اور ابو زید ضمیر مظہم اللہ کی تحریریں شامل ہیں۔

(۵) اصل کتاب کا باب اول (جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل مذکور ہیں) ص ۵۳ سے ص ۲۵۸ تک کل ۲۰۵ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں دو فصلیں ہیں، فصل اول میں مرقوع روایت اور فصل ثانی میں آثار صحابہ کا ذکر ہے۔

(۶) باب دوم (جس میں احناف کے دلائل کا ذکر ہے) ص ۲۵۹ سے ص ۳۶۸ تک کل ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بھی دو فصلیں ہیں، فصل اول میں مرقوع روایت اور فصل دوم میں آثار صحابہ کا ذکر ہے۔

(۷) باب سوم (جس میں اہل علم کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں) ص ۳۶۹ سے ص ۳۸۰ تک کل ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں تابعین اور ائمہ اربعہ کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) باب چہارم ص ۳۸۱ سے ص ۳۸۶ تک کل ۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں عقلی دلائل کا ذکر ہے۔

### سنابلی صاحب کے بارے میں علماء اہل حدیث کی رائے

(۱) سنابلی صاحب کے بارے میں مفکر جماعت سلطان اہلکم فضیلۃ الشیخ عبدالمعید صاحب مدنی لکھتے ہیں:

”عزیز محترم کی راہ تحقیق اور تعجب کی راہ ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۶)

”تحقیق اور تعجب کا وہ طریقہ محدثین جس کو سنابلی صاحب نے اختیار کیا ہے، وہ جماعت کی بہت بڑی ضرورت ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۷)

”دینی، حدیثی تحقیقات کی جو راہ سنابلی صاحب نے اپنائی ہے اس کا تعلق حقیقی اور اصلی تحقیق سے ہے“۔ (انوار البدر ص ۳۸)

”اپنی ذاتی محنت اور حاصل کو پوری علمی دیانت داری کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں“۔ (انوار البدر ص ۳۸)

(۲) مناظر جماعت شیخ رضا، اللہ عبدالکریم صاحب مدنی لکھتے ہیں: محدثین کرام کے علوم و معارف سے استفادہ کا سلیقہ ہر ایک کو نہیں آتا، لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ابوالغزوان کفایت اللہ سنابلی کو یہ سلیقہ آتا ہے۔ (انوار البدر ص ۴۰)

(۳) شیخ عبدالسلام صاحب سلفی لکھتے ہیں: ممبئی کے متنبہ فاضل نوجوان اور علمی دنیا میں اپنی ایک خاص پہچان سے شہرت کی طرف گامزن شیخ کفایت اللہ سنابلی۔

(انوار البدر ص ۴۴)

(۴) ابو یزید غمیر لکھتے ہیں: کتاب کا حجم اور اس کے مباحث، اور حوالوں اور مراجع کی تفصیل، نسخوں اور طبعات کا جائزہ، تمام چیزیں مولف کے جذبات ثبات حق، وابطال باطل، اور محنت شاقہ کی دلیل و شاہد ہیں۔

(انوار البدر ص ۴۸)

### انوار البدر کے بارے میں علمائے اہل حدیث کی رائے

(۱) زیر تبصرہ کتاب ”انوار البدر“ کے بارے میں رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی لکھتے ہیں: الحمد للہ اس (سینہ پر ہاتھ باندھنے کے) مسئلہ پر آج کی تاریخ تک سب سے طویل، وسیع، ضخیم اور بے مثال کتاب عزیز ممولانا ابوالقوزان کفایت اللہ سنابلی..... نے تالیف فرمائی ہے۔

تین مہر بعد لکھتے ہیں: اہل حدیث کے دلائل پر آج تک تمام وہ اعتراضات جو مقلدین کے کاہر و اصغر وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں ان کو پوری بصیرت کے ساتھ علمی شان و بنیادگی کے ساتھ تا صفر رد کر دیا ہے؛ بلکہ.....

(انوار البدر ص ۴۹)

آگے ص ۴۱ پر لکھتے ہیں: مسئلہ کی تفہیم میں کوئی غلاء نہیں چھوڑا گیا ہے، ہر قسم کی علمی تشکیکی کو معتبر علمی حوالوں سے حریں فرما کر دور کر دیا گیا ہے، لہجہ کی پسندیدگی، دلائل کی فراوانی اور استدلال کی چنگچی قاری کو ضرور متاثر کرے گی۔

(۲) ابو یزید غمیر لکھتے ہیں: شیخ ابوالقوزان کفایت اللہ سنابلی نے حراج اہل حدیث کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر بڑی متانت اور علمی اصولوں کی مکمل رعایت کرتے ہوئے اہل حدیث کے موقف کو نہایت ہی عمدہ اور تفصیلی انداز میں ثابت کیا ہے۔ (ص ۴۸)

اس کے علاوہ شیخ عبدالعزیز مدنی، شیخ محفوظ الرحمن فیضی، شیخ عبدالسلام سلفی اور ابوالمیر ان کے بقول بھی یہ علمی و تحقیقی کتاب ہے۔ (ص ۴۶-۴۳-۴۲-۴۱)

### چند باتیں

قارئین کرام: اصل تبصرہ سے پہلے مندرجہ ذیل چند باتیں بھی ذہن نشین رکھیں، تاکہ فہم کتاب میں کوئی دشواری یا غلط فہمی نہ ہو۔

(۱) احتاف کے یہاں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا صرف افضل ہے، فرض یا واجب نہیں، یعنی اگر کوئی شخص ناف سے اوپر یا سینہ پر ہاتھ باندھے یا باندھے ہی نا، بہر صورت اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

(۲) راقم کا حراج افضل و منضول پر قلمی معرکہ آرائی کر کے امت کو تشویش میں مبتلا کرنا اور امت کے ایک طبقہ پر تضلیل و تفسیق کا قوی لگانے کا نہیں ہے۔ مگر چونکہ سنابلی صاحب کی پیش نظر کتاب سے قارئین کے ذہنوں میں بہت سارے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے تھے اس لئے مجبوراً ان کے ازالہ کے لئے قلم اٹھانا پڑا۔

(۳) یہ کتاب چونکہ سنابلی صاحب کی کتاب ”انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر“ کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس لئے عموماً پہلے سنابلی صاحب کی عبارت انہیں کے دیئے گئے عنوان کے تحت درج کی گئی ہے، اس کے بعد جواب کے عنوان سے اس پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے؛ البتہ کہیں کہیں بلا عنوان ہی تبصرہ کر دیا گیا ہے۔

(۴) اس سرسری جائزہ میں سنابلی صاحب کی ہر بات اور ہر بحث کا محاسبہ اور جواب نہ تو مقصود ہے اور نہ ممکن؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عدیم القریٰ کی وجہ سے راقم نے موصوف کی پوری کتاب کا مطالعہ بھی نہیں کیا ہے؛ البتہ جستہ جستہ مطالعہ کے دوران جہاں جہاں قابل گرفت باتیں نظر آئیں، انہیں میں سے ”مشتہ نمونہ از خردارے“ کے طور پر چند باتوں کی نشان دہی کر دی گئی ہے، تاکہ دیگ کے چند دانوں سے پوری دیگ کی حالت کا اندازہ کیا جاسکے۔

(۵) اس ”جائزہ“ کی تسوید و ترتیب ۱۴۳۶ ہجری میں اس وقت عمل میں آئی جب راقم بحیثیت خادم ”مدرسہ تعلیم القرآن، چکالہ، اندھیری (ایسٹ) ممبئی میں مامور تھا۔

(۶) بوقت تحریر حتی الامکان یہ کوشش رہی ہے کہ یہ ”جائزہ“ طویل نہ ہو تاکہ قارئین کے لئے دشواری نہ ہو، اس لئے بہت ساری جگہوں پر اصل عبارت کے بجائے صرف اردو ترجمہ یا مفہوم لکھ دیا گیا ہے اور بعض جگہ صرف حوالہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

(۷) تقریباً تمام حوالے براہ راست بذریعہ laptop (لیپ ٹاپ) ”مکتبہ شاملہ“ کی کتابوں سے مأخوذ ہیں، البتہ کہیں کہیں سنابلی صاحب ہی کی کتاب سے حوالہ نقل کر دیا گیا ہے، پھر بھی بہت ممکن؛ بلکہ غالب ہے کہ اختلاف نسخ، کم علمی و بے بضاعتی یا سہو و نسیان کی بنا پر غلطی ہو گئی ہو، قارئین سے استدعا ہے کہ ہدف ملامت بنائے بغیر بغرض اصلاح مطلع فرمائیں۔

(۸) کسی حدیث یا عبارت پر تبصرہ کے وقت سنابلی صاحب یا پھر ان کا بر محمد شین کی عبارتیں پیش کی گئی ہیں، جو فریقین (احتاف اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین دونوں) کے نزدیک قابل اعتبار؛ بلکہ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بقول اکثر ”اہل حدیث“ یعنی غیر مقلد تھے۔



(اہل حدیث ایک معانی نام)

(۹) اس کتاب میں جامعاً ”جماعت اہل حدیث“ کو ”غیر مقلدین“ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے، جس کا مطلب صرف اور صرف ”تقلید نہ کرنے والے“ ہے، اس سے کوئی الزام یا چوٹ دینا ہرگز مقصود نہیں، پھر بھی اگر ناگوار گزرے، تو راقم سناہلی صاحب سمیت ”اہل حدیث“ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے تمام افراد سے معافی کا خواستگار ہے۔

(۱۰) اگر کسی کو اس جائزہ کے کسی مضمون، کسی حدیث پر تبصرہ یا کسی جواب پر کوئی اعتراض ہو، تو ارسال فرمائیں، ان شاء اللہ جواب وہی کی کوشش کی جائے گی۔  
(۱۱) اس موقع پر راقم ان تمام حضرات کا شکر گزار ہے جنہوں نے جائزہ کو اس مرحلہ تک پہنچانے میں کسی طرح بھی تعاون کیا، خصوصاً حضرت مولانا عماد الدین صاحب قاسمی، ستوی اور حافظ محمود عبدالباری صاحبان کا جنہوں نے نظر ثانی فرمائی اور ”انوار الہدٰی“ کا نسخہ عنایت فرمایا۔

عبدالرشید قاسمی سدھارتھ ٹکری

## (انوار البدر کے عرض مؤلف پر ایک نظر)

(جھوٹا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰ سطر ۲ میں لکھتے ہیں کہ: صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی کہ نماز میں حالت قیام میں سینہ پر ”ہی“ ہاتھ باندھا جائے۔

جواب:

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا  
چھاپہ کو اپنی ہاتھ نہیں کوئی کھٹا  
زکوٰۃ جس وقت کوئی پہ کسا جائے  
حال کھل جائے گا سب اس کے کمرے کھولنے کا

قارئین کرام! سنابلی صاحب کے اس دعویٰ میں کتنی صداقت و حقانیت ہے وہ تو اپنی جگہ پر آئے گا، سر دست اتنا بتاتا چلوں کہ سنابلی صاحب نے بزعم خویش کل ۶۱ احادیث اور ۴۳ آثار پیش کئے ہیں۔ جن میں سے:

(۱) صفحہ ۵۴ پر بخاری کے حوالہ سے نقل کردہ حضرت ہبل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت اپنے موقف پر صریح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ”صدر“ بمعنی سینہ کا کوئی ذکر نہیں۔

(۲) صفحہ ۵۸ پر ابوداؤد و نسائی کے حوالہ سے نقل کردہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اپنے موقف پر صریح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) صفحہ ۶۵ پر حضرت طاؤس کی روایت میں سلیمان بن موسیٰ کے متکلم فیہ ہونے کے ساتھ یہ روایت مرسل و منقطع السند بھی ہے، جو فریق مخالف کے یہاں قابل استدلال نہیں۔

(۴) صفحہ ۸۲ کی حضرت ہلب کی روایت میں ساک بن حرب اور قیسہ متکلم فیہ ہیں۔

(۵) صفحہ ۸۳ کی ابن خزیمہ کی حدیث مؤمل بن اسمعیل کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۶) صفحہ ۹۱ کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد کا نام اور حالت معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسے ہیں۔

(۷) صفحہ ۲۰۰ کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں عمرو بن مالک التکری اور روح بن المسیب متکلم فیہ ہیں۔

(۸) صفحہ ۲۲۰ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے بارے میں علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی ابن کثیر کے حوالہ سے ”لایصح“ کہتے ہیں، یعنی حضرت علی کی یہ تفسیر صحیح نہیں۔

(۹) صفحہ ۲۴۲ و ۲۵۶ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ صریح بھی نہیں ہے، کیوں کہ ان میں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۲۵۶ کی حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی صریح نہیں، کیوں کہ ان میں بھی صدر بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے۔

سنابلی صاحب! اگر آپ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا ”ہی“ ثابت ہے، تو کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ناف کے نیچے اور اوپر ہاتھ باندھ کر کیوں صحیح احادیث اور صحیح آثار کی مخالفت کی؟ جو چیز صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ کے خلاف ہو اس کے مرتکب پر آپ کیا حکم لگائیں گے، مخالف قرآن و سنت، فاسق، بدعتی یا کچھ اور؟ صحابہ اور تابعین بھی اس جرم میں شریک ہوں گے یا نہیں؟ جو چیز صحیح صریح مرفوع مسند روایت سے ثابت ہی نہ ہو اس کو نماز جیسی اہم عبادت میں کوئی درجہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کس دلیل سے؟ اور کون سا... فرض، واجب، سنت، مندوب و مستحب یا جائز؟ اور اگر نہیں تو بعض صحابہ اور تابعین نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ اگر سینہ پر ہاتھ باندھنا ”ہی“ ثابت تھا تو صحابہ اور تابعین میں سے کیوں کسی کا عمل یہ نہیں رہا؟ سارے سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیجئے گا۔

**تنبیہ:** سنابلی صاحب نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی ساری روایات کے متکلم فیہ رواۃ کا تفصیلی جواب دیا ہے اور ان پر ہونے والی جروح کا مکمل دفاع کرنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن اگر ان جوابات کا مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری کی اس عبارت سے موازنہ کیا جائے جسے راقم نے اسی کتاب کے حوالہ سے آگے ”مقالہ اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسمعیل“ کے تحت نقل کیا ہے تو شاید سنابلی صاحب کے سارے جوابات ”بیت عنکبوت“ سے بھی زیادہ بودے اور کمزور ثابت ہوں گے، اس لئے کہ

بلا شک و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ احمد، جروج، سنابلی صاحب کیا؟ ان کے اکابر و اسلاف سے بھی کہیں زیادہ محتاط اور متدین تھے۔ دوسرے یہ کہ مشکم فیہ رواۃ کے اگر انہیں جوابات کو ناف کے نیچے باندھنے والی روایات کے رواۃ پر چسپاں کر دی جائے تو شاید ان ساری روایات کو بھی سنابلی صاحب صحیح ماننے پر مجبور ہو جائیں۔  
**تنبیہ:** قدرے تفصیل جواب اپنی جگہ پر آئے گا ان شاء اللہ۔

### (دوسرا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰، سطر ۴ میں لکھتے ہیں: احناف کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، حالاں کہ ان کے اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔  
**جواب:** سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، مسلک احناف سے عداوت و بدظنی؛ بل کہ ترک تقلید کا ثمرہ یعنی ”انکار حدیث“ کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کی روایت ہے: حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن أبیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرة۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔  
 کیا یہ حدیث صحیح صریح مرفوع مسند نہیں ہے؟ اور صحابی رسول حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہیں بیان کر رہے ہیں؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اور آپ نے اسے تحریف سمجھا ہے، اور اس کی وجہ سے احناف کو کھرف حدیث، خائن، ہٹ دھرم، تارک واجب بل کہ اللہ و رسول ﷺ کے خصوصی و واجبی حکم کا منکر ٹھہرایا ہے (انوار البدر ص ۳۱۱) تو کس دلیل سے؟ کیا صرف اس لئے کہ: یہ روایت آپ کے مسلک کے خلاف ہے؟  
 اگر صرف اتنی بات کی وجہ سے تحریف ثابت ہو سکتی ہے، تو معاف کیجئے گا! آپ کے اکثر مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہی ہیں۔ (نمونہ کے لئے دیکھئے ”قرآن و حدیث اور مسلک اہل حدیث“، ”غیر مقلدین کا فرار، ایک دلچسپ داستان“ وغیرہ)  
 اور اگر وہ وجوہات ہیں جن کا آپ نے تذکرہ کیا، تو ملاحظہ کیجئے اسی کتاب کے آئندہ صفحات پر۔

### (تیسرا دعویٰ)

سنابلی صاحب ”عرض مؤلف“ ص ۲۰، سطر ۶ میں لکھتے ہیں: (احناف کے موقف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں) بعض صحابہ کی طرف جو روایات منسوب ہیں وہ بھی سخت ضعیف اور مردود ہیں۔  
**جواب:** حالاں کہ سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، تعصب اور مسلک احناف سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛ اس لئے کہ ”ابوداؤد“ ۱/۲۰۱ حدیث نمبر ۷۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۳۳ حدیث نمبر ۳۹۴۵، دارقطنی ۳/۳۲۲ حدیث نمبر ۱۱۰۲، سنن کبریٰ بیہقی ۲/۳۸۲ حدیث نمبر ۴۳۳۱، احکام القرآن ۱/۱۸۵ حدیث نمبر ۳۲۷ کی صحابی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت: من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة۔ والی روایت کو جس راوی (عبدالرحمن بن اسحاق) کی وجہ سے ضعیف اور مردود کہا جا رہا ہے، اسی راوی کی روایت کو امام فہن امام ترمذی، علامہ البانی، امام حاکم، امام بزار، حافظ دہر علامہ ابن حجر عسقلانی، ابن خزیمہ، علامہ ابن القیم، ابن قدیر رحمہم اللہ نے معتبر اور قابل استدلال قرار دیا ہے۔  
 (سنن ترمذی بتحقیق الالبانی ۳/۱۰۸ نمبر ۳۵۴، ۴/۳۵۴، ۱۹۸۳، ۶۴۳/۲، ۲۵۷، ۵۶۰ نمبر ۳۵۶۳، مستدرک حاکم ۱/۲۱ نمبر ۱۹۷۳، مسند بزار ۲/۴۷۷ نمبر ۶۹۶، القول المسدد ۱/۳۳ الحدیث الخامس، صحیح خزیمہ ۳/۳۰۶ نمبر ۲۱۳۶، بدائع الفوائد ۳/۹۱، الکافی لابن قدامہ ۲/۲۳۴ باب صفة الصلاة)

سنابلی صاحب! ان ائمہ کے بالمقابل آپ کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کون ہوتے ہیں اس حدیث کو مردود کہنے والے؟ کیا یہاں حدیث کی تصحیح و تحسین ’راوی حدیث‘ عبدالرحمن بن اسحاق کی تصحیح و تحسین نہیں ہے؟ یا اب وہی امام ترمذی متساہل ہو گئے؟ جو بقول مبارک پوری فن حدیث کے امام تھے، ان کی تصحیح و تحسین کے بعد ضعیف حدیث قابل استدلال اور معتبر ہو جاتی تھی، اور بقول ثمالی ان کی تصحیح و تحسین راوی حدیث کی تصحیح و تحسین تھی؟ (انوار البدر ج ۱، حوزی ۱/۳۱۱)، اور اسی تساہل کی وجہ سے ان کی تصحیح کردہ روایت کو ضعیف و مردود قرار دے کر ردی کی نوکری میں ڈال دیا جائے گا؟ امام حاکم کی تصحیح کو ٹھکرا دیا جائے گا؟ حافظ عصر کا حفظ ختم ہو گیا؟ صرف دل میں کچھ کھٹکا ہونے سے ابن خزیمہ کی تصحیح سے اعتماد اٹھ گیا؟ ابن قیم کا علم ختم ہو گیا؟  
 سنابلی صاحب! [ضعیف ہے، یہ حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں، غلطی کرتے تھے اور محدثین ان کی حدیث میں اختلاف کرتے تھے، ضعیف کہا

جاتا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، غلطی کرتے تھے، بعض چیزوں میں غلطی کرتے ہیں، منکر ہیں اور ثقہ سے منکر بیان کرتے ہیں، سچے اور زیادہ غلطیاں کرنے والے ہیں، جمہور نے تضعیف کی ہے، سچے اور برے حافظہ والے ہیں، جیسے [جرح کے الفاظ منقول ہونے کے باوجود، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف نہیں ہوئی (ص ۱۷۱)؛ لیکن ابن خزیمہ کے دل میں کچھ کھٹکا ہونے سے یہ حدیث مردود کیوں ہوگئی؟ آخر یہ دوپٹا نے کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ حدیث آپ کی معتدل ہے، اور یہ احناف کی؟ یا یہ اصول صرف آپ ہی کے لئے ہے؟۔

آپ نے ص ۲۷۵ سطر ۶ میں لکھا ہے کہ: حافظہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس راوی (عبدالرحمن بن اسحاق) کو ضعیف اور متروک کہا ہے۔ کیا آپ ضعیف، متروک، مردود اور موضوع حدیث کی تعریف کر سکتے ہیں؟ ضعیف اور مردود میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر عسقلانی "القول المسدود" ص ۳۳۱ میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ سوچ سمجھ کر کچھ فرمائیے گا، اور ضرور فرمائیے گا۔

### (آپسی معرکہ آرائی)

سنابلی صاحب اپنی صفائی پیش کرنے اور لوگوں کو یہ بتانے کے لئے کہ اس (ہاتھ سینہ پر باندھا جائے یا ناف کے نیچے؟) سلسلے میں اولاً بیان بازی اور قلمی معرکہ آرائی خود مقلدین (احناف) کی آپس ہی میں ہوئی، چنانچہ "عرض مؤلف" ص ۲۰ سطر ۸ پر لکھتے ہیں کہ: "یہ تلخ حقیقت ہے کہ اس (ہاتھ سینہ پر باندھا جائے یا ناف کے نیچے؟) موضوع پر کتابی سلسلہ پوری دنیا میں سب سے پہلے احناف ہی نے شروع کیا ہے وہ بھی آپس ہی میں ایک دوسرے کے خلاف ہے۔" اس کے بعد اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن سندھی، شیخ ہاشم سندھی اور علامہ محمد حیات سندھی کو (مقلدین) احناف میں شمار کیا ہے۔ جب کہ سنابلی صاحب ہی کے ہم مسلک و مشرب؛ بلکہ شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی ان حضرات کو اہل حدیث (غیر مقلدین) میں شمار کرتے ہیں؛ چنانچہ مولانا محمد الیاس کا مدحیہ رحمتہ اللہ کے جواب میں لکھتے ہیں:

"شیخ ابوالحسن اور شیخ حیات تو یقیناً مقلد نہیں تھے جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ شیخ ابوالحسن کے حواشی پر بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ مسند احمد دیکھیں جہاں جابجا مسائل اہل حدیث کو مانا اور ترجیح دی ہے اور مسائل حنفیہ کی پوری تردید کی ہے اور شیخ حیات کی تصنیفات فتح الغفوری وضع لا یدی علی الصدور، الايقاف، شرح اربعین نوویدیکھیں اسی طرح علامہ عابد سندھی کی کتاب المواہب المطیہ شرح مسند ابی حنیفہ بھی بتاتی ہے کہ محض مقلد نہیں تھا۔"

(تقدید سدید بر سالہ اجتہاد و تقلید ص ۳۹)

اسی طرح خود سنابلی صاحب کی اسی کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ: ان (علامہ حیات سندھی) کی تصنیفات "الايقاف علی سبب الاختلاف" اور "تحفۃ الانام فی العمل بحديث النبی علیہ الصلاۃ والسلام" سے ان کے مسلک کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح تقلید سے متنفر اور اتباع سنت کے جذبہ سے سرور و محفل تھے۔

حرید لکھتے ہیں کہ: شیخ کے معروف شاگرد مولانا محمد فاخر زائر الہ بادی نے استاذ کی تعریف میں جو نظم کہی اس سے بھی عیاں ہوتا ہے کہ وہ مقلد نہ تھے۔

چنانچہ اس نظم کا ایک شعر یہ ہے:

رستہ از جس رہتہ تقلید بستہ بر اجتہاد راے حرید

یعنی شیخ محمد حیات تقلید کی رسی سے آزاد تھے اور اجتہاد کے قائل تھے۔

(پاک وہند میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث ص ۱۹)

اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم اور محدث حافظ زبیر علی زئی مرحوم (بقول محفوظ الرحمن فیضی: سنابلی صاحب جن کے بدل ہی نہیں نعم البدل ہیں) بھی علامہ

موصوف کو اہل حدیث (غیر مقلدین) میں شمار کرتے ہیں۔ (اہل حدیث ایک صفائی نام)

یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ سندھ کے یہ علماء کرام خصوصاً علامہ حیات سندھی مقلد تھے یا غیر مقلد؟ مقلد تھے تو کس کے؟ اور اہل حدیث علماء نے انہیں

کیوں اہل حدیث اور غیر مقلد لکھا؟ اور اگر غیر مقلد تھے تو آپ کی طرح متعصب تھے یا معتدل؟ اور نہ ہی یہ بتانا ہے کہ آپ نے اپنے شیخ العرب والعجم، مقدمہ نگار اور

محدث عصر سے اختلاف کر کے حق گوئی سے کام لیا ہے یا غلط بیانی اور جھوٹ سے۔ اور اگر غلط بیانی اور جھوٹ کا سہارا لیا تو کیوں؟۔

عرض صرف یہ کرنا ہے کہ جن حضرات کو آپ کے شیخ العرب والعجم، آپ کے مقدمہ نگار اور آپ کے محدث عصر غیر مقلد اور اہل حدیث کہتے ہیں وہی مقلد اور

حقی کیسے ہو گئے؟ اور انہیں مقلد ثابت کر کے احناف پر باہمی بیان بازی اور قلمی معرکہ آرائی کا الزام کیوں دے رہے ہیں؟۔ یا جتنے غیر مقلد اتنی رائے؟

### (چوتھا دعویٰ)

سنائی صاحب کے بقول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے۔ (عرض مؤلف ص ۳۱ رطر ۵-۸-۹) **جواب:** حالانکہ یہ بھی ایک جھوٹ ہے، اس لئے کہ پورے قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کا آپ مطالعہ کر لیں، کہیں بھی آپ کو کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں ملے گی، جس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خصوصی اور واجبی حکم موجود ہو۔ اور جہاں تک ربی سنائی صاحب کی پیش کردہ آیت اور احادیث و آثار، تو ان میں سے کچھ صحیح ہیں لیکن سنائی صاحب کے موقف پر صریح نہیں اور جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں۔

سنائی صاحب! خیر چلے تھوڑی دیر کے لئے باغرض آپ کے اس دعویٰ کو تسلیم ہی کر لیا جائے اور یہ مان لیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کا خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے، تو آپ سے انہیں سارے سوالات کے جوابات کا ایک پھر مطالبہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا خصوصی و واجبی حکم دے رکھا ہے تو بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے ناف کے نیچے اور اوپر ہاتھ باندھ کر کیوں فرمان الہی اور حکم رسول کی مخالفت کی؟ جو چیز اللہ و رسول ﷺ کے واجبی و خصوصی حکم کے خلاف ہو اس کے مرتکب پر آپ کیا حکم لگائیں گے، مخالف قرآن و سنت، فاسق، بدعتی یا کچھ اور؟ صحابہ اور تابعین بھی اس جرم میں شریک ہوں گے یا نہیں؟ مزید یہ کہ جو چیز اللہ و رسول کے واجبی و خصوصی حکم کے خلاف ہو اس کو نماز جیسی اہم عبادت میں کوئی درجہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کس دلیل سے؟ اور کون سا... فرض، واجب، سنت، مندوب و مستحب یا جائز؟ اور اگر نہیں تو بعض صحابہ اور تابعین نے اس جرم کا ارتکاب کیوں کیا؟ سارے سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیجئے گا۔

### (انوار البدر کے مقدمہ پر ایک نظر)

#### (امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک)

کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق ثری کتاب کے ص ۳۰ رطر ۷ میں لکھتے ہیں کہ: بعض نے ناف سے اوپر اور بعض نے سینہ پر باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ فقہاء کرام میں امام اسحاق بن راہویہ کا یہی موقف ہے چنانچہ امام اسحاق بن منصور الکوفی نے مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ ج ۲ ص ۵۹۱ سوال ۳۴۶۸ کے تحت ذکر کیا ہے کہ: "یضع یدہ علی صدرہ او تحت الثديین" کہ امام اسحاق اپنے ہاتھ پستان پر یا پستانوں سے نیچے رکھتے تھے۔

**جواب:** اثری صاحب! امام نووی، امام ابن المنذر، علامہ ابن قدامہ حنبلی، علامہ قرطبی، علامہ ابن عبد البر، علامہ حیات سندھی، علامہ شمس الحق عظیم آبادی، مل کہ خود امام اسحاق بن الکوفی کی عبارات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق بن راہویہ کا مسلک امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری، اور امام نخعی کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا رہا ہے۔ تو آپ کس حوالہ سے ان کا مسلک سینہ پر ہاتھ باندھنا نقل فرما رہے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ:

☆ "المجموع شرح المہذب" میں ہے: قال ابو حنیفہ والثوری واسحاق يجعلهما تحت سرتہ وبہ قال ابو اسحق المروزی۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔ (۳/۱۳ مسائل منثورہ تتعلق بالرفع)

☆ "شرح النووی علی مسلم" میں ہے: قال ابو حنیفہ وسفیان الثوری واسحاق بن راہویہ وابو اسحاق المروزی من اصحابنا يجعلهما تحت سرتہ (۳/۱۲۱ باب وضع یدہ الیمنی.....)۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ہمارے اصحاب شوافع میں سے ابو اسحاق مروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

☆ "الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف" میں ہے: عن ابی ہریرۃ قال: ﴿من السنة أن يضع الرجل یدہ الیمنی علی اليسری تحت السرة فی الصلاة﴾ وبہ قال سفیان الثوری واسحاق، قال اسحاق تحت السرة اقوی فی الحديث وأقرب الی التواضع۔ یعنی اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (ص ۹۴/۳ نمبر ۱۲۹۱ ذکر وضع بطن کف الیمنی علی طہر کف اليسری والوسغ والساعد جميعا)

☆ "المغنی لابن قدامہ" میں ہے: فروی عن احمد أنه يضعهما تحت سرتہ روى ذلك عن علی وابی ہریرۃ وابی مجلز والنخعی الثوری واسحاق۔ امام احمد سے مروی ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے، یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، ابو مجلز، امام نخعی، امام ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے (بھی)

مروی ہے۔

(۳۴۱/۱ نمبر ۶۶۲)

☆ ”البيان في مذهب الامام الشافعي“ میں ہے: قال ابو اسحاق في ”الشرح“ اذا وضع يديه احدهما على الاخرى... جعلهما تحت سرتنه. وهو مذهب أبي حنيفة واسحاق بن راهويه. ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ: جب اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے... تو ان دونوں کو ناف کے نیچے رکھے اور یہی امام ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کو مذہب ہے۔

(ص ۲/۵۷ باب صفة الصلاة مسألة موضع اليدين عقب التكبير)

☆ ”تفسير قرطبي“ میں ہے: قال سعيد بن جبير واحمد بن حنبل فوق السرة وقال لا بأس ان كانت تحت السرة وقالت طائفة توضع تحت السرة وروى ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي وأبي مجلز وبه قال سفیان الثوري واسحاق یعنی سعید بن جبیر اور امام احمد ناف کے اوپر کے قائل ہیں، اور کہتے ہیں کہ اگر ناف کے نیچے رکھے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ ناف کے نیچے رکھا جائے، یہی حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، امیر ایمم نخعی اور ابو جکلو سے مروی ہے، اور سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۲۴۱/۲۰)

☆ ”التمهيد لابن عبد البر“ میں ہے: قال الثوري وأبو حنيفة واسحاق أسفل السرة.... وهو قول أبي مجلز. امام سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھے..... اور یہی ابو جکلو کا قول (بھی) ہے۔

(التمهيد ۵۲۰۔ مقدمہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام نہیر علی زنی ص ۶)

☆ ”فتح الغفور في وضع الأيدي على الصدور“ میں ہے: تحت السرة وهو مذهب الامام أبي حنيفة..... وبه سفیان الثوري، وابن راهويه وأبو اسحاق المروزي. یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے..... اور اسی کے قائل سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۶۸۱)

☆ ”عون المعبود وحاشية ابن القيم“ میں ہے: الحديث استدلل به من قال ان الوضع يكون تحت السرة وهو أبو حنيفة وسفیان الثوري واسحاق بن راهويه وأبو اسحاق المروزي من اصحاب الشافعي. (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ) حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے، اور یہ ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۳۲۳/۲)

☆ ”مسائل الامام احمد واسحاق بن راهويه“ میں ہے: قلت اذا وضع يمينه على شماله اين يضعهما قال فوق السرة وتحت كل هذا ليس بذاك قال اسحاق كما قال تحت السرة اقوى في الحديث واقرب الى التواضع. یعنی اسحاق بن راہویہ کے بقول ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (۵۵۱/۲ رقم ۲۱۴)

اثری صاحب! آپ کے ممدوح شیخ سنابلی صاحب تو کہتے ہیں کہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، تو کیا یہ عبارتیں اور یہ کتابیں آپ کی نظر سے نہیں گذریں؟ یا سب کچھ جاننے، سننے، دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود صرف بر بنائے تعصب و عناد البانی صاحب کی اندھی تقلید میں ایسا لکھ مارے؟ سنابلی صاحب! اثری صاحب تو بہت دور ہیں، لیکن آپ اور آپ کے تقریق نگار مدنی، سلفی، مناظر جماعت، مفکر جماعت اور استاذ حدیث یہ سب تو قریب ہیں، کیا آپ اور آپ کی پوری یہ البانی اور شوکانی پارٹی اثری صاحب کی پیش کردہ عبارت کو مذکورہ حوالہ سے نہیں؛ بل کہ پوری کتاب میں کہیں سے بھی دکھا سکتی ہے؟۔ لیکن اصل بات تو وہی ہے کہ:

نہ خجراٹھے ہے نہ کوارتم سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اور ہاں ص ۳۸۵/۹ مسئلہ نمبر ۳۵۴ کی عبارت ”یضع يديه على ثدييه او تحت الثديين“ بھی بھول جائیے، اس لئے کہ اس کا تعلق زیر بحث مسئلہ سے نہیں؛ بل کہ قوت وتر سے ہے، جیسا کہ آپ کے علامہ البانی نے ”ارواء الغلیل ۱/۲ نمبر ۳۵۴“ پر پوری عبارت نقل کی ہے: ”كان اسحاق يوتر بنا... ويرفع يديه في القنوت ويقتل قبل الركوع ويضع يديه على ثدييه او تحت الثديين، اور بقول محشی اس کا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن راہویہ قنوت کے لئے اپنے ہاتھوں کو چھاتیوں تک یا ان کے قریب تک لے جاتے تھے۔ نہ یہ کہ ان کو سینہ پر رکھتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا، اور اثری صاحب کا ان کی طرف سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔

### (مناظر جماعت کی تحقیق)

صفحہ ۳۹ پر منظر جماعت فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عنہ صاحب مدنی اپنی تقریر میں لکھتے ہیں کہ: مذاہب فقہیہ میں شوافع، حنابلہ اور مالک میں اہل تحقیق سینہ پر ہی ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں۔

**جواب:** عبدالکریم صاحب! آپ نے کتابوں کا مطالعہ کر کے یہ عبارت لکھی ہے، یا یوں ہی اثری اور سنابلی صاحبان کی اندھی تقلید میں؟ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ مالک میں سے غیر محققین کے علاوہ شوافع، حنابلہ اور مالک سینہ پر ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں؟ اتنا بھاری بھر کم دعویٰ کرنے سے پہلے کم از کم ان مسالک پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کر لئے ہوتے! یا اب کسی کی اندھی تقلید میں لکھ دینے کا نام ہی تحقیق ہو گیا ہے؟

### (ایک اور جھوٹ)

یہی منظر صاحب اسی صفحہ پر کچھ سطر نیچے لکھتے ہیں کہ: صرف چند مذہبی مقلدوں کے علاوہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل کسی نہیں۔

**جواب:** مناظر صاحب! اگر وہ مسالک کی کتابیں عربی عبارات کی پے چیدگی یا کم فہمی کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتے تھے، تو کم از کم اپنے علامہ حیات سندھی کی کتاب ”فتح المغفور“ علامہ مبارکپوری کی ”تحفۃ لا حوزی“ اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی کی ”عون المعجود“ ہی کا مطالعہ کر لئے ہوتے! جن کی کتابوں پر آپ کے اس مسئلے کا مدار ہے، اور جس کے بل پر آج آپ کی جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے احتاف پر تحریف کا الزام و اتہام لگا یا جا رہا ہے۔

خیر جو ہوا سو ہوا، اسے چھوڑئے، اب براے مہربانی اسی کتاب کا پورا بغور مطالعہ فرمائیں، اس کے بعد بتائیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل صرف چند مذہبی مقلدوں کا ہے؟ یا چند نفس پرست غیر مقلدین کے علاوہ پوری دنیا اسی پر عمل پیرا ہے؟ ہاں عورتیں مستثنیٰ ہیں، اس کا جواب اپنی جگہ پر۔

قارئین کرام! آپ ان مناظر صاحب کی علمی صلاحیت اور مسالک کی نئی تحقیق سے حیران مت ہوئے گا، اس لئے کہ یہ وہی مناظر جماعت صاحب ہیں جو کبھی کبھی جب اپنے مجتہدانہ رنگ میں آتے ہیں تو ”سلفی“ کو سالف کی جمع لکھ دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے اس اجتہاد پر فخر بھی کرتے ہیں۔

### باب اول: سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

#### فصل اول: مرفوع احادیث

#### حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

سنابلی صاحب ص ۵۴ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی پہلی دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك عن أبي حازم، عن سہل بن سعد، قال كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل اليد اليمنى على ذراع العيسرى في الصلاة.

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ذراع پر رکھے۔ (بخاری)

(۱۰۲/۱ بحوالہ انوار البدر ص ۵۴)

**جواب:** یہ روایت غیر صریح ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں، اس لئے کہ اس روایت میں کہیں بھی ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں ہے، جس کی بناء پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اثبات اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا انکار کیا جائے۔ اور لفظ ذراع سے استدلال کرنا ”اصول اہل حدیث (باستثناء اجتہاد و قیاس، قرآن و حدیث)“ سے فراموشی کے ساتھ ساتھ حدیث رسول کے ساتھ چکناچہ مذاق بھی ہے۔

#### (سنابلی صاحب کی حدیث فہمی)

سنابلی صاحب ص ۵۴ پر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ غیر صریح روایت نقل کرنے کے بعد ص ۵۵ پر ”کتب لغت“ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے ”ذراع“ (یعنی کہنی سے بچ کی انگلی تک کے پورے حصے) پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینے پر آجائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! کب سے لغت کی کتابیں آپ کے دین و اسلام میں داخل ہو گئیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ قرآن حدیث اس مسئلہ میں آپ کا ساتھ نہیں دے رہا ہے، جس کی وجہ سے لغت کا سہارا لینا پڑا؟ کیا آپ اپنا اصول:

قرآن اور حدیث رسول

ہم اہل حدیث کے دو اصول

بھی بھول گئے؟ اچھا چھوڑئے! یہ بتائیے کہ آپ نے اس کا تجربہ کیا ہے؟ یا یوں ہی کسی کی اندھی تقلید میں لکھ دیئے ہیں؟ یا اب حدیث نبوی بھی بچوں کا کھیل بن گئی؟۔  
 قارئین! اگر آپ اس کا تجربہ کریں تو شاید آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ سنابلی صاحب کی حدیث نبوی اور حدیث دانی کسی ایسی چھڑ دانی سے کم نہیں جس میں ایک بھی چھڑ نہ گھس سکتے ہوں، اس لئے کہ ذراغ کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک کو کہتے ہیں، اور ہاتھ بڑا ہے ذراغ چھوٹا بلکہ اس صورت میں اگر دایاں ہاتھ پوری بائیں ذراغ (کہنی کے قریب) پر رکھا جائے تو ہاتھ سینے کے اوپر نہیں جائے گا جیسا کہ سنابلی صاحب کی خام خیالی ہے۔ اور اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ذراغ (انگلیوں کے قریب یعنی پتیلی یا گنڈ یا اس کے کچھ آگے کلائی) پر رکھا جائے تو ہاتھ بائیں ناف کے نیچے آ سکتا ہے۔

#### حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

(سنن نسائی والیوذاؤد وغیرہ)

سنابلی صاحب ص ۵۸ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دوسری دلیل نقل کرتے ہیں:

أخبرنا سويد بن نصر قال أنا عبد الله بن المبارك عن زائدة قال نا عاصم بن كليب قال حدثني أبي أن وائل بن حجر أخبره قال: قلت لأنظرون إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلي فنظرت إليه فقام فكبر ورفع يديه حتى حاذتا بأذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى واليسخ الساعد.

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر تحریر کی اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں تک اٹھائے پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر اور بازو کے گئے پر رکھا۔

(نسائی ۸۸۹، ابوداؤد رقم ۷۲۷، صحیح ابن حبان رقم ۱۸۶۰، انوار البدر ص ۵۸)

جواب: یہ روایت بھی غیر صریح ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں، اس لئے کہ اس روایت میں بھی کہیں ”صدر“ بمعنی سینہ کا لفظ نہیں، جس کی بناء پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اثبات اور ناف کے نیچے باندھنے کا انکار کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں ”ورفع يديه حتى حاذتا بأذنيه“ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھایا) کے الفاظ بھی ہیں، جس پر شاید خود سنابلی صاحب بھی عمل نہیں کرتے، اس لئے کہ وہ کندھے یا موٹھ سے تک اٹھاتے ہیں۔

تنبیہ: قارئین کرام! حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طریقے سے تھا کہ گئے اور بازو کے کچھ حصہ تک پہنچا ہوا تھا۔

اور اس کی شکل یہ ہوگی کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گئے پر دائیں ہاتھ کی پتیلی اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کے گئے سے آگے کچھ بازو پر رکھی ہوئی ہوں۔ اس صورت میں ہاتھ ناف کے نیچے ہی جائیں گے، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، اور سنابلی صاحب کی حدیث دانی و حدیث نبوی پر داد دیجئے۔

#### حدیث طاؤس رحمہ اللہ

سنابلی صاحب ص ۶۵ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی تیسری دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو توبة، حدثنا الهيثم يعني ابن حميد، عن ثور عن سليمان بن موسى، عن طاؤس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع يده اليمنى على يده اليسرى، ثم يشد بهما على صدره وهو في الصلاة.

حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھتے اور انہیں اپنے سینے کے اوپر باندھا کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد ۷۲/۷۱ بحوالہ انوار البدر ص ۶۵)

جواب: غیر مقلدین کے لئے اس روایت سے استدلال کرنا انصاف و ریاضت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔ اولاً: اس لئے کہ اس میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ ہے، جس کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں: ”عندہ مناكير“ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں: ”ليس بالقوي في الحديث“ وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: ”قد روى احاديث ينفرد بها لا يروى بها غيره“ وہ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جس میں دوسرے لوگ اس کی متابعت نہیں کرتے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ”في حديثه بعض الاضطراب“ اس کی احادیث میں کچھ اضطراب ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ”في حديثه بعض لين“ اس کی حدیثوں میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ امام عقیلی کہتے ہیں: ”مطعون عليه“ وہ مطعون ہے۔

(الضعفاء الصغير ۷۰/۱، التاریخ الكبير ۳۸/۴، الضعفاء والمتروكين للسنائی ۱/۳۹، الضعفاء والمتروكين)



**قلعیا:** یہ روایت مرسل ہے، اس لئے کہ طاؤس صحابی رسول نہیں؛ بلکہ تابعی ہیں، اور جماعت اہل حدیث کے نزدیک مرسل روایت ضعیف اور ناقابل استدلال؛ بلکہ سنائی صاحب کی اصطلاح میں مردود ہوتی ہے، چنانچہ علامہ عبد الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں: الموصول علی القول الراجح لیس بحجة. مرسل حدیث راجح قول کے مطابق قابل استدلال نہیں ہے۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں: المقطوع لا یقوم بہ الحجة. یعنی منقطع السند حدیث قابل استدلال نہیں۔ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک مرسل روایات ضعیف ہوتی ہیں۔ بلکہ دوسرے پہلے خاص اسی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(تحفة الأحوذی ۹۹/۲ باب رفع الیدین عند الرکوع،

عون المعبود ۳۲۵/۲، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۳)

سنائی صاحب! یہ کیا آپ کا یہ عرض کرنا کہ احناف کے یہاں مرسل روایت حجت ہوتی ہے۔ (بحوالہ مذکورہ) تو یہ صحیح ہے؛ لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ جب احناف کے یہاں حجت ہے، تو اسے احناف کے لئے ہی چھوڑ دیجئے، وہ خود فیصلہ کر لیں گے کہ کیا کرتا ہے۔ آپ تو کوئی صحیح صریح مرفوع مسند اور متصل روایت پیش کیجئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کی یہ روایت مرسل و مکمل فیہ ہونے کی وجہ سے جماعت اہل حدیث کے لئے قابل استدلال نہیں، خصوصاً جب کہ دوسری مرفوع حقیقی و حکمی اور موقوف احادیث کے خلاف ہو۔

(دو مجتہد کی تضاد بیانی)

سنائی صاحب اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ روایت مرسل بالکل صحیح ہے۔ (ص ۶۵)

لیکن سنائی صاحب کے ہی ہم مسلک و مشرب اور مشہور اہل حدیث عالم بلکہ ذہبی وقت حافظ زبیر علی زئی صاحب راوی حدیث البیہم کو حسن الحدیث کہتے ہیں۔ اب سنائی صاحب اور ان کے معتقدین ہی بتائیں گے کہ حسن الحدیث راوی کی روایت صرف صحیح نہیں؛ بلکہ ”بالکل صحیح“ کیسے ہوئی؟

**حدیث ہلب الطائی رضی اللہ عنہ**

سنائی صاحب ص ۸۲ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی چوتھی دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا یحییٰ بن سعید، عن سفیان، حدثنی سماک، عن قیصہ بن ہلب، عن أبیہ قال: رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ، ورأیتہ قال: یضع هذه علی صدرہ ووصف یحییٰ: الیمنی علی الیسری فوق المفصل.

ہلب الطائی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں ہر دو اطراف سے پھرتے تھے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ہاتھ کو (دوسرے ہاتھ پر رکھ کر) اپنے سینے پر رکھتے تھے، یحییٰ بن سعید نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر رکھ کر بتایا۔ (مسند احمد المیتة ۲۴۶/۵ بحوالہ انوار البدر ص ۸۲)

**جواب:** یہ روایت مکمل فیہ ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہے، اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی سماک بن حرب ہے، اس کے بارے میں امام نسائی کہتے ہیں: ”لیس بالقوی“ (وہ حدیث میں مضبوط نہیں ہے)۔ امام سفیان ثوری کہتے ہیں: ”ضعیف“ (ضعیف ہے)۔ امام احمد کہتے ہیں: ”مضطرب الحدیث“ (مضطرب الحدیث ہے)۔ امام علی بن مدینی کہتے ہیں: ”مضطرب“ (مضطرب ہے)۔ محمد بن عبد اللہ الموصلی کہتے ہیں: ”یغلط ویختلفون فی حدیثہ“ (غلطی کرتا ہے اور محدثین اس کی حدیثوں سے اختلاف کرتے ہیں)۔ امام صالح بن محمد کہتے ہیں: ”ضعف“ (ضعیف کہا گیا ہے)۔ امام ابن حبان کہتے ہیں: ”یخطئ“ (بہت غلطیاں کرتا ہے)۔ اور امام دارقطنی کہتے ہیں: ”سعی الحفظ“ (برے حافظ والا ہے)۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں: ”ضعفه شیخہ“ (امام شیبہ نے ضعیف قرار دیا ہے)۔ ابن عمار کہتے ہیں: ”کان یغلط“ وہ غلطی کرتا تھا۔ صالح کہتے ہیں: ”یضعف“ ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز کہتے ہیں: عند احمد مرفوعاً و موصولاً لکن الحدیث ضعیف. امام احمد نے مرفوع اور موصول نقل کیا ہے لیکن حدیث ضعیف ہے۔

(انوار البدر ص ۱۲۰ [ازالة الکرب عن توفیق سماک بن حرب]. تحفة الأحوذی ۸۱/۲ باب ماجاء فی وضع الیمین. شرح زاد المستقنع للحماد ۲۹/۵)

دوسرے راوی قیصہ بن ہلب ہیں، جن کے بارے میں امام نسائی اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ: مجہول ہے۔ محقق شعیب الارناؤط اس حدیث کی سند کے

بارے میں فرماتے ہیں: هذا اسناد ضعيف لجهالة قبيصة بن هلب. قبيصة بن هلب کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔

(انوار البدر ص ۸۴، مسند احمد الوصالہ بتحقیق شعب الأرنؤوط ۳۶/۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس کی سند کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ بقول علامہ مبارکپوری کوئی ضروری نہیں کہ صحت سند صحت معن کو مستلزم ہو، اور یہاں صورت حال کچھ ایسی ہی لگ رہی ہے، اس لئے کہ حضرت ہلب کی یہی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں ”ابوالاحوص عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، دارقطنی میں ”عبدالرحمن بن مہدی و وکیع عن سفیان عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، ”التمہید لابن عبدالبر“ میں ”وکیع عن سفیان عن سماک عن قبيصة عن هلب“ کی سند سے، اور ”مسند احمد“ میں ”شریک عن سماک عن قبيصة بن هلب عن أبيه“ کی سند سے ہے لیکن کسی میں بھی علی صدرہ (سینہ پر) کی زیادتی نہیں ہے۔

(ترمذی ۳۳۲۲، ابن ماجہ ۲۶۶۶، دارقطنی ۳۳۲۲، التہذیب لابن عبد البر ۴/۲۷۲، مسند احمد ۳۶/۳۰۱)

تیسری بات یہ ہے کہ راوی حدیث حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”علی صدرہ“ (سینہ پر) والی زیادتی ان تمام ثقہ راویوں کی روایت؛ بلکہ خود سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مسلک خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ، غیر معتبر اور ناقابل استدلال ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حکم فیہ علی صدرہ (سینہ پر) کے مشکوک اور خود راوی حدیث سفیان ثوری رحمہ اللہ کے اس کے خلاف عمل کرنے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں۔

#### (سنابلی صاحب کی عبارت فہمی)

سنابلی صاحب ص ۸۲ پر حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر آگے جن ائمہ کے حوالہ سے اس کی صحت کی دلیل پیش کی ہے، ان میں سے امام ترمذی، ابویعلیٰ ابن منصور الطوسی (المتوفی ۳۱۲)، امام ابو محمد ابو یوسف براہ راست حدیث کی نہیں؛ بل کہ راوی حدیث قبيصة بن هلب کی صرف تحسین کی ہے، صحیح نہیں۔ اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی اپنی کتاب ”نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۶-۲۵ اور ۳۸ پر لکھتے ہیں: قبيصة حسن الحدیث ہیں۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی صرف تحسین کی ہے، صحیح نہیں؛ بل کہ خود سنابلی صاحب ہی آگے ص ۸۷ پر لکھتے ہیں: ”کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ راوی (قبيصة بن هلب) حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی کم از کم حسن الحدیث ہے۔“ اب سوال یہ ہے کہ کیا سنابلی صاحب کے یہاں صحیح اور حسن برابر ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو اب ”کتاب فقہ“ اور ان کے مصنفین کی طرح ”علوم الحدیث“ کی کتابوں اور ان کے مصنفین سے بھی اعتماد ختم کر لیجئے، اس لئے کہ محدثین نے ان کو الگ الگ شمار کیا ہے۔ اور اگر دونوں الگ الگ ہیں، تو حسن الحدیث راوی کی روایت صحیح کیسے ہوگئی؟

#### حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

(صحیح ابن خزیمہ وغیرہ)

سنابلی صاحب ص ۱۴۳ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی پانچویں دلیل نقل کرتے ہیں:

نا ابو موسیٰ، ناموئل، نا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن أبيه عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره. یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھا۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳، رقم ۴۷۹، سنن بیہقی ۲/۳۰۲، رقم ۶۶۲۱،

احکام القرآن للطحاوی ۱/۱۸۶، رقم ۳۲۸، بحوالہ انوار البدر ص ۱۴۳)

جواب: یہ حدیث چند وجوہ ناقابل استدلال ہے، اولاً: اس لئے کہ اس میں ایک راوی سفیان بن سعید الثوری ”مدلس“ ہیں اور ”عن“ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں، اور اہل حدیث حضرات کے لئے ”مدلس“ کے ”معنعن“ خصوصاً اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں؛ اس لئے کہ مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری ”مدلس“ ہیں لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۴۰-۴۷)

**تعلیقا:** اس لئے کہ اس میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہے، جن کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں: **كان من العباد لكنه موجهى**۔ مرجعہ تھے۔ ابن المدینی کہتے ہیں: **لا يحنج بما انفرد به**۔ جب یہ کسی روایت میں منفرد ہوں تو ان کی وہ روایت قابل استدلال نہیں ہوگی۔ شریک بن عبد اللہ نخعی کہتے ہیں: **كان موجهيا**۔ مرجعہ تھے۔ (میزان الاعتدال ۳۵۶/۲ نمبر ۴۰۶۳، تہذیب التہذیب ۵۶/۵ نمبر ۸۹، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی ۷۰/۲ نمبر ۱۷۶۰)۔ اور مشہور اہل حدیث محدث علامہ عبد الرحمن مبارکپوری انہی جروح کی بنا پر ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ان کی روایت کو غیر صحیح کہہ چکے ہیں۔

(تحفة الأحوذی ۹۶/۲ باب رفع یدین عند الركوع)

دوسرا راوی مؤمل بن اسماعیل ہے، جو محدثین؛ بلکہ اکابرین اہل حدیث کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ چنانچہ:

- (۱) امام بیہقی فرماتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل .... وضعفه الجمهور. مؤمل بن اسماعیل کو..... جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔  
 دوسری جگہ لکھتے ہیں: **فيه مؤمل بن اسماعيل .... وضعفه جماعة**۔ مؤمل بن اسماعیل کو..... ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔  
 تیسری جگہ لکھتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل ..... وضعفه البخاري وغيره. مؤمل بن اسماعیل کو..... امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔  
 چوتھی جگہ لکھتے ہیں: **ضعفه البخاري وغيره**۔ مؤمل بن اسماعیل کو امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد نمبر ۸۰۶۸ و نمبر ۸۵۶۳، ۸۵/۵ و ۸۹/۷، ۱۲۸/۷ نمبر ۱۱۳۳)

(۲) امام مردوسی فرماتے ہیں: **كان سيئ الحفظ كثير الغلط**۔ یہ برے حافظہ والے تھے اور زیادہ غلطی کرتے تھے۔

(تعظيم قدر الصلاة ۵۷۷/۲ بحوالہ انوار البدر ص ۱۸۰)

(۳) امام نسائی فرماتے ہیں: **كثير الخطأ**۔ زیادہ غلطی کرتے تھے۔ (سنن النسائي الكبرى ۲۶/۶ بحوالہ انوار البدر ۱۸۱)

(۴) علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: مؤمل في حديثه عن الثوري ضعف. مؤمل بن اسماعیل سفیان ثوری سے روایت میں ضعیف ہے۔

(فتح الباری ۲۳۹/۹ نمبر ۵۱۷۲ بحوالہ نمازیں ہاتھ باندھنے کا مقام ص ۳۵)

(۵) علامہ البانی فرماتے ہیں: **اسناده ضعيف لأن مؤملا وهو ابن اسماعيل سيئ الحفظ**۔ مؤمل بن اسماعیل برے حافظہ والا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الألبانی ۲۳۳/۱ رقم ۳۷۹)

(۶) علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں: مؤمل بن اسماعیل وهو صدوق سيئ الحفظ. مؤمل بن اسماعیل سچا، برے حافظہ والا ہے۔

(تحفة الأحوذی ۱۰۸/۹ رقم ۳۲۶۶)

(۷) امام یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: **قد يوجب على اهل العلم أن يقفوا عن حديثه، ويتخففوا من الرواية عنه، فانه منكر يروى المناكير عن ثقات شيوخنا وهذا أشد**۔ اہل علم پر واجب ہے کہ ان سے حدیث لینے میں محتاط رہیں اور ان سے بہت کم روایت کریں، کیونکہ یہ منکر ہیں اور ہمارے ثقہ مشائخ سے مناکیر بیان کرتے ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (المعرفة والتاريخ للفسوي ۵۲/۳ بحوالہ انوار البدر ص ۱۷۲)

(۸) امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل **”منكر الحديث“** ہے؛ چنانچہ

(۱) **”تہذیب الکمال ۷۸/۲۹ نمبر ۶۳۱۹“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۲) **”تہذیب التہذیب ۳۸۱/۱۰ نمبر ۶۸۲“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۳) **”میزان الاعتدال ۲۲۸/۳ نمبر ۸۹۴۹“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۴) **”المغنی ۶۸۹/۲ نمبر ۶۵۳۷“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۵) **”من تكلّم فيه وهو موثق أمرير ۱۸۳/۱ نمبر ۳۴۷“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۶) **”خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال ۳۹۳/۱“** میں ہے: **قال البخاري منكر الحديث**۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

ہے۔

- (۷) ”معانی الأخبار ۳/ ۹۹ نمبر ۲۴۱۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔  
 (۸) ”فیض القدر ۵/ ۲۲۸“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔  
 (۹) ”التکمیل فی الجرح والتعديل ۱/ ۲۸۹“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۰) ”سلسلة الاحادیث الضعيفة ۲/ ۲۹۳ نمبر ۸۹۱، و ۱۲/ ۵۷ نمبر ۵۵۳۸“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۱) ”تحفة الاحوذی ابواب النکاح [باب النهی عن ضرب الخدام و شتمهم] ۶/ ۶۷“ میں ہے: قال البخاری منکر الحدیث۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۲) ”مصباح الذجاجة فی زوائد ابن ماجه“ میں ہے: قيل منکر الحدیث کہا گیا ہے کہ مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔

(۱۳) ”مجمع الزوائد ۷/ ۲۸ نمبر ۱۱۳۳، و ۵/ ۱۷۸ نمبر ۸۹۱۷“ میں ہے: ضعفه البخاری۔ امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔  
 اور علامہ حزی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ذہبی، علامہ عینی، علامہ مناوی، صاحب التکمیل، علامہ البانی، علامہ مبارکپوری، اور علامہ ڈبھی کے بلا انکار نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ راوی مجروح ہے۔

**ثالثاً:** یہ کہ راوی حدیث حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کے قائل ہیں، اگر واقعی یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح اور قابل استدلال ہوتی تو اس حدیث کے خلاف کبھی ناف کے نیچے ہاتھ نہ باندھتے۔

#### (اثبات باطل و ابطال حق)

اتنی ساری جروح کے باوجود سنابلی صاحب ص ۱۳۳ پر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

☆ جب کہ خود ان کے علامہ البانی اسی حدیث کی سند کو اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ضعیف کہتے ہیں۔

☆ اہل حدیث عالم و مناظر مولانا عبدالمنان نورپوری فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔

☆ علامہ مبارکپوری راوی حدیث مؤمل بن اسماعیل کو صدوق سیی الحفظ کہتے ہیں۔

☆ حافظ زبیر علی زکی لکھتے ہیں: یہ روایت سفیان ثوری کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مزید لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری دلس ہیں بلکہ ایہ سند ضعیف ہے۔

(مکالمات نورپوری [غماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت] ۵۲۸، تحفة الاحوذی

۱۰۸/ ۱۰۸ رقم ۳۲۶۶، غماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۲۰-۳۷)

سوال یہ ہے کہ کیا راوی حدیث کی تخریج و تضعیف سے روایت مجروح نہیں ہوتی؟ ضعیف اور سیی الحفظ؛ بلکہ منکر الحدیث راوی سے حدیث مروی ہونے کے

باوجود یہ حدیث صحت کے اعلیٰ معیار پر ہے اور بلا شک و شبہ صحیح ہے؛ لیکن عبدالرحمان بن اسحاق کے بارے میں ”حسن تکلم فیہ من قبل حفظہ“ سے روایت بالکل ضعیف؛ بل کہ مردود ہو جاتی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اور یہ دو پیمانے کیوں بنائے گئے؟ کیا علمی دیانت داری اور محدثین کا اصول یہی ہے؟ جس سے صرف آپ ہی کو استفادہ کا سلیقہ آتا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت راویان حدیث سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تالیس، عاصم بن کلیب کے متکلم فیہ اور مؤمل بن

اسماعیل کے مجروح؛ بلکہ منکر الحدیث ہونے کی وجہ سے غیر مقلدین کے لئے قابل استدلال نہیں۔

#### (سنابلی صاحب کا خود ساختہ اصول)

سنابلی صاحب ص ۱۶۸ پر لکھتے ہیں کہ: جب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بیان کی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ناف کے نیچے

ہاتھ باندھنے پر عمل کریں؟

**جواب:** سنابلی صاحب! اگر یہ بھی کوئی اصول ہے تو آپ ان محدثین کے بارے میں کیا فرمائیں گے جنہوں نے اپنے مسلک کے خلاف حدیثیں روایت کی اور اپنی کتابوں میں درج کی؟ زیادہ نہیں آپ صرف امام ترمذی کی ”سنن ترمذی“ ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ راوی اپنے مسلک کے خلاف روایت بیان کرتا ہے یا نہیں؟ یا آپ نے ان محدثین کو بھی اپنی طرح متعصب و غیر مقلد سمجھ لیا ہے؟۔

### (سنابلی صاحب کی منطق)

سنابلی صاحب ص ۱۶۸ پر لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ عظیم محدث ہیں بھلا وہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟۔

**جواب:** سنابلی صاحب! یہ سوال آپ ان محدثین اور ائمہ کرام سے کریں جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا۔ اور جب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے خلاف ہی تھا، تو بقول امام ترمذی بعض صحابہ اور تابعین نے اس مسئلہ میں وسعت کیوں دے دی کہ جہاں چاہے رکھ لے نماز ہو جائے گی؟ (دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ.....)، یا اب حدیث کے خلاف عمل کرنے سے بھی آپ کے دھرم میں نماز ہو جاتی ہے؟۔

اور ہاں ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ احناف میں بھی کوئی عظیم محدث گزرا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب سوچ سمجھ کر؛ بلکہ صحاح ستہ کا مطالعہ کر کے دیجئے گا! کہیں

ایسا نہ ہو کہ.....۔

### (سنابلی صاحب کا بہتان)

سنابلی صاحب ص ۹۱۱-۱۶۹ پر لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے، جن لوگوں نے بھی یہ بات ذکر کی ہے انہوں نے سفیان ثوری تک اس بات کی صحیح سند پیش نہیں کی ہے لہذا یہ بات جھوٹی اور من گھڑت ہے اور سفیان ثوری رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔

**جواب:**

کم بخت دلخراش بہت ہے صدائے دل کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنو ماجراے دل

سنابلی صاحب! آپ کو کچھ پتہ بھی ہے کہ آپ جنوں؛ بل کہ مسلکی تعصب و عناد اور احناف سے عداوت کی بنا پر کیا کیا کہہ گئے؟ کتنے اور کن لوگوں پر جھوٹ، من گھڑت اور بہتان کا الزام دیدئے؟ اور اس بہتان کی زد میں غیر تو غیر آپ کے اپنے بھی آ گئے؟ ذرا غور سے سنئے اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لیجئے کہ کتنے لوگوں نے امام سفیان ثوری پر بہتان باندھا ہے، اور یہ بھی بتا دیجئے کہ یہ بہتان لگانے والے سب خفی المسلم ہیں یا کسی اور مسلک سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور ہاں حافظ زبیر علی زئی کی کتاب ”اہل حدیث ایک صفاتی نام“ پیش نظر رکھ کر جواب دیجئے گا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے ہی پیر پر گلہ باز لگ جائے۔

☆ ”المجموع شرح المہذب“ میں ہے: قال ابو حنیفہ والثوری واسحاق یجعلہما تحت سرتہ وبہ قال ابو اسحق المروزی۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

(۳۱۳/۳ مسائل منثورۃ تتعلق بالرفع)

☆ ”شرح النووی علی مسلم“ میں ہے: قال ابو حنیفہ وسفیان الثوری واسحاق بن راہویہ وابو اسحاق المروزی من اصحابنا یجعلہما تحت سرتہ۔ یعنی امام ابو حنیفہ، سفیان بن سعید ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھے۔

(۱۱۴/۴ باب وضع یدہ الیمنی.....)

یہ وہی امام نووی ہیں، جن کے حوالہ سے آپ نے ص ۲۶۳ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کو باتفاق امت ضعیف کہا ہے۔

☆ ”المغنی لابن قدامہ“ میں ہے: فروی عن احمد انه یضعہما تحت سرتہ روى ذلك عن علی وأبی هريرة وأبی مجلز والنخعی والثوری واسحاق۔ امام احمد سے مروی ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے، یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، ابو مجلز، امام نخعی، امام ثوری اور اسحاق بن راہویہ سے

(بھی) مروی ہے۔ (۳۴۱/۱ نمبر ۶۶۲)

☆ ”الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف“ میں ہے: عن أبی هريرة قال: ﴿من السنة أن يضع الرجل یدہ الیمنی علی اليسری تحت السرة فی الصلاة﴾ وبہ قال سفیان الثوری واسحاق، قال اسحاق تحت السرة أقوى فی الحديث وأقرب الی التواضع. اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کے اعتبار سے زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔

☆ ”تفسیر قرطبی“ میں ہے: قال سعید بن جبیر و احمد بن حنبل فوق السرة وقال لا بأس ان كانت تحت السرة وقالت طائفة توضع تحت السرة وروی ذلك عن علی و أبی هريرة و النخعی و أبی مجلز و به قال سفیان الثوری و اسحاق. یعنی سعید بن جبیر اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھا جائے، اور امام احمد نے کہا کہ اگر ناف کے نیچے باندھے تو بھی کوئی حرج نہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے کہ ناف کے نیچے باندھا جائے، اور یہی حضرت علی، ابو ہریرہ، امیر ایہم نخعی اور ابو مجلز (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، اور سفیان ثوری و اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ (۲۲۱/۲۰)

☆ ”التمہید لابن عبد البر“ میں ہے: قال الثوری و أبو حنیفة و اسحاق أسفل السرة .... و هو قول أبی مجلز. یعنی سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ ناف کے نیچے باندھا جائے... اور یہی ابو مجلز کا قول ہے۔ (۵۲۰/۷، مقدمہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام زیر علی زئی ص ۶)

☆ ”فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور“ میں ہے: تحت السرة و هو مذهب الامام أبی حنیفة ..... و به سفیان الثوری، و ابن راہویہ و أبو اسحاق المروزی. یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے..... اور اسی کے قائل سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۶۸/۱)

یہ انہی علامہ حیات سندھی کی کتاب کا حوالہ ہے، جس کے حوالہ سے آپ آگے احناف پر تحریف کا الزام لگانے والے ہیں۔

☆ ”تحفة الأحوذی“ میں ہے: هذا بن عبد البر حافظ دهره قال فی التمهید وقال الثوری و أبو حنیفة أسفل السرة. حافظ دہرا بن عبد البر فرماتے ہیں: سفیان ثوری اور ابو حنیفہ نے کہا کہ ناف کے نیچے (ہاتھ رکھے)۔ (۷۲/۷ نمبر ۲۵۲)

☆ ”عون المعبود و حاشیة ابن قیم“ میں ہے: الحدیث استدلل به من قال ان الوضع یكون تحت السرة و هو أبو حنیفة و سفیان الثوری و اسحاق بن راہویہ و ابو اسحاق المروزی من اصحاب الشافعی. (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ) حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ (ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے، اور یہ ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق المروزی ہیں۔ (۳۲۳/۲)

سنابلی صاحب! برائے مہربانی بتائیے کہ امام نووی، ابن قدامہ، ابن المنذر، امام قرطبی، علامہ ابن عبد البر، بلکہ آپ کے علامہ حیات سندھی، علامہ مبارکپوری اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ نے کیوں یہ بہتان لگایا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان ائمہ کا نقلین کا مسلک ناف کے نیچے یا اوپر باندھنے کا تھا اور انہوں نے اپنے مسلک کی تقویت کے لئے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر یہ الزام؛ بلکہ بہتان لگادیا؟

لیکن ایسا بھی تو نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ نقلین میں آپ کے علامہ حیات سندھی، علامہ مبارکپوری اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی وغیرہ بھی ہیں، جن کا مسلک بھی آپ کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا۔

سنابلی صاحب! آپ نے بہتان کا بہتان تو لگادیا؛ لیکن یہ بہتان لگانے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف اس کی نسبت؛ بلکہ بقول ثناء بہتان لگانے والوں میں امام ابن عبد البر بھی ہیں، اور آگے ص ۳۷۳ پر امیر ایہم نخعی رحمہ اللہ کے مسلک ”ناف کے نیچے باندھنے“ کو غلط ثابت کرنے کے لئے انہی کا سہارا لینا پڑے گا؟ اور وہ امام نووی بھی ہیں جن کے حوالہ سے صفحہ ۲۶۴ پر حضرت علی کی حدیث کو ”باتفاق امت“ ضعیف کہنے والے ہیں؟۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا مسلک ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کا ہے، اور سنابلی کا ان کی طرف ”سینہ پر“ ہاتھ باندھنے کی نسبت کر کے ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنے والوں کے بارے میں جھوٹا اور بہتان تراش قرار دینا خود ایک جھوٹ اور بہتان ہے۔

#### (سنابلی صاحب کی بدحواسی یا تجاہل علانہ)

سنابلی صاحب ص ۱۶۹ پر لکھتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل احناف کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امام ابو حنیفہ کے سخت مخالف تھے..... جو سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کے اس قدر مخالف ہوں بھلا وہ احناف کے مسلک کو کیسے اپنا سکتے ہیں۔

جواب: سنابلی صاحب! آپ ہوش و حواس میں بات کر رہے ہیں یا بدحواسی میں یہ سب کچھ لکھا اور کہا جا رہا ہے؟ یا صرف آپ وہی عبارتیں دیکھتے اور پڑھتے ہیں جو احناف کے خلاف ہوتی ہیں؟ جب آپ کو کتاب ہی لکھنا تھا تو کم از کم امام ترمذی کی ”سنن ترمذی“ یا اپنے علامہ مبارکپوری صاحب کی ”تحفة الأحوذی“ ہی دیکھ لئے ہوتے؟ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ امام سفیان ثوری کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ ان کی تصریحات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوری کا مسلک اکثر

امام ابو حنیفہ کے موافق ہی ہوتا ہے، بہر حال اگر آپ بر بنائے تعصب و عناد یا کسی اور بناء پر یہ عبارتیں نہیں دیکھ اور پڑھ سکے تو لیجئے اب دیکھ اور پڑھ لیجئے، اور اپنی عبارت میں ترمیم بلکہ عوام سے معذرت بھی کیجئے۔

(۱) عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کے مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۳۶۵۳)

(۲) اسفار فجر کے بارے میں سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۳۰۷۷ نمبر ۱۵۴)

(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اذان اور قامت دونوں دوہری کہی جاتی ہے، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۳۹۸۸ نمبر ۱۹۳)

(۴) امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف پہلی بکیر کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۹۳۲)

(۵) بلا وضو اذان دینے کے مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔ (تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۵۱۲۱ نمبر ۲۰۱)

(۶) اگر صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دید جائے تو وہ اذان ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(تحفۃ لا حوذی مع ترمذی ۱/۵۱۵۱ نمبر ۲۰۳)

(۷) نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے امام ابو حنیفہ کے نزدیک آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھا جائے گا، یہی امام سفیان ثوری کا مسلک بھی ہے۔ (ترمذی ۱/۲۲۳۳ نمبر ۲۲۳)

(۸) امام ابو حنیفہ کے نزدیک نمازی کا بحالت قیام مجذوبہ کی جگہ نظر رکھنا مستحب ہے، سفیان ثوری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہیں۔

(البيان في مذهب الامام الشافعي ۱/۱۷۶۲)

(۹) امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ نمازی قعدہ میں اپنا دایاں پیر کھڑا رکھے اور بائیں پیر بچھالے۔ یہی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی مسلک ہے۔

(سنن ترمذی ۲/۸۵۱۲ نمبر ۲۹۲)

(۱۰) امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا جائے، اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

(اختلاف الفقهاء = اختلاف العلماء للمروزی ۱/۱۰۱ نمبر ۹)

یہ بطور نمونہ سنائی صاحب کی غلط بیانی، دھاندلی، بل کہ بدحواسی کو بتانے کے لئے دس مسائل ذکر کئے گئے ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت سارے مسائل

کتب فقہ و حدیث میں ایسے مذکور ہیں، جن میں سفیان ثوری امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہیں؛ بل کہ امام ابو یوسف تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ”سفیان الثوری اکثر

متابعة لأبي حنيفة مني“ یعنی سفیان ثوری مجھ سے بھی زیادہ ابو حنیفہ کے متبع ہیں۔ (الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ۱/۱۲۸)

اور صرف یہی نہیں بل کہ امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کی فقہ و کلامی بن مسر سے حاصل کرتے تھے اور اپنی جامع کی تصنیف میں ان ہی سے مدد لیتے تھے، چنان

چہ ”اخبار أبي حنيفة وصاحبيه“ میں ہے: ”سفيان كان يأخذ الفقه عن علي بن مسهر من قول أبي حنيفة وأنه استعان به وبمذاكرته

على كتابه هذا الذي سماه الجامع“ یعنی سفیان ثوری امام ابو حنیفہ کی فقہ و کلامی بن مسر سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انہوں نے اپنی

یہ کتاب جس کا نام جامع رکھا ہے، تصنیف کی۔ (۱/۷۱)

### اثبات الدلیل علی توثیق محمد بن اسماعیل

(مقالہ: اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسماعیل پر سرسری نظر)

#### درج ذیل اقوال ثابت نہیں

سنائی صاحب نے ص ۱۳۳ پر صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے ”نا أبو موسى، نا مؤمل، نا سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن أبيه، عن وائل بن

حجر“ کی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ”وضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره“ نقل کی ہے۔

آگے ص ۱۷۱ پر اس حدیث کے ایک راوی مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت کرنے کے لئے ”اثبات الدلیل علی توثیق مؤمل بن اسماعیل“ کے نام سے

ایک مقالہ لکھا ہے، پھر مقالہ کے صفحہ ۶۱ اور کتاب کے صفحہ ۷۶ پر مذکورہ عنوان کے تحت اسی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں تہذیب الکمال للعلامة المزني ۲۹

۱۷۸ کے حوالہ سے امام بخاری کی جرح ”منكر الحديث“ (ان کی حدیث میں نکارت ہوتی ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: امام بخاری سے یہ قول ثابت

نہیں ہے۔ بلکہ امام حری سے یہ قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! امام بخاری کے حوالہ سے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں منکر الحدیث کہنے میں علامہ الحرمی تنہا نہیں ہیں، کہ آپ کی یہ لن ترانیاں قابلِ سماعت سمجھی جائیں؛ بل کہ ان کے ساتھ ساتھ علامہ ذہبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی، علامہ خزرجی، علامہ مناوی، حافظ ابن کثیر، علامہ بیہقی، آپ کے علامہ البانی اور علامہ عبد الرحمن مبارکپوری بھی ہیں۔

(دیکھئے: تہذیب الکمال ۸/۲۹ نمبر ۶۳۱۹، تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱ نمبر ۶۸۲، میزان الاعتدال ۳/۲۲۸/۸۹۳۹، المغنی ۲/۲۸۹ نمبر ۶۵۳، من تکلم فیہ وہو مؤثقت امریہ ۱/۱۸۳ نمبر ۳۳۷، خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال ۱/۳۹۳، معانی الأخبار ۳/۹۹ نمبر ۲۳۱۹، فیض القدیر ۵/۲۲۸، التکمیل فی الجرح والتعدیل ۱/۲۸۹، مجمع الزوائد ۷/۱۲۸ نمبر ۱۱۳۳۳، ۵/۸۷۱ نمبر ۸۹۱۷، سلسلة الاحادیث الضعیفة ۲/۲۹۳ نمبر ۸۹۱، ۱۲/۵۷ نمبر ۵۵۳۸، تحفة الاحوذی ابواب النکاح [باب النہی عن ضرب الخدام وشمہم] ۶/۶۷)

سنابلی صاحب! کتنے لوگوں سے نقل کرنے میں غلطی ہوگئی؟ کیا یہ سب غیر محتاط تھے؟ صدیوں بعد آپ ہی ایک محتاط پیدا ہوئے، جو امت کوئی تحقیقات سے روشناس کر رہے ہیں؟ کیا متداول ”التاریخ الکبیر“ میں ”منکر الحدیث“ کی جرح موجود نہ ہونے کی کوئی جائز تاویل نہیں کی جاسکتی؟ کاتب کی غلطی سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ مؤمل بن اسماعیل کی جرح مؤمل بن سعید کے بارے میں لکھ دی گئی ہو؟ یا بقول آپ کے شیخ ارشاد الحق اثری امام بخاری کی جرح اور نقل روایت کو مختلف اوقات اور حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا؟ اس صورت میں ائمہ محدثین پر کوئی الزام بھی نہیں ہوگا اور جرح موجود نہ ہونے کی ایک جائز تاویل بھی ہو جائے گی۔

(مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے)

**پہلی دلیل:** چونکہ سنابلی صاحب کے خیال قاسد میں امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہیں ہے، اس لئے دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”التاریخ الکبیر“ میں مؤمل بن اسماعیل کے تذکرہ میں منکر الحدیث کا لفظ نہیں ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! آپ کے مقدمہ نگار ارشاد الحق صاحب اثری تو کہتے ہیں کہ: علامہ الحرمی ہوں، علامہ ابن الجوزی ہوں یا علامہ الذہبی وہ اگر ائمہ متقدمین سے کوئی نقد و جرح نقل کریں یا کسی کی توثیق نقل کریں اور ان کے یہ اقوال اگر ان کی متداول کتابوں میں نہیں ملتے تو بلا وجہ ان سے انکار درست نہیں۔

(دیکھئے اپنی کتاب کا مقدمہ ص ۳۳)

تو پھر آپ کون ہوتے ہیں انکار کرنے والے؟ اور آپ نے صرف اس وجہ سے علامہ الحرمی کے سرسہو کا الزام قہوپ دیا کہ (متداول) ”التاریخ الکبیر“ میں مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ میں ”منکر الحدیث“ کا لفظ نہیں ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ زیادہ محتاط ہیں یا علامہ الحرمی اور دیگر ائمہ حدیث و فن اسماء الرجال؟ اور آپ کی بات قبول کیجائے یا آپ کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری صاحب کی؟

**دوسری دلیل:** امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہ ہونے کی دوسری دلیل سنابلی صاحب نے یہ دی ہے کہ: اگر امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو منکر الحدیث کہا ہوتا تو امام بخاری اس کا تذکرہ اپنی ضعفاء والی کتاب میں بھی کرتے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! یہ کوئی ضروری ہے کہ جو راوی امام بخاری کے نزدیک مجروح ہو، اس کا تذکرہ ان کی کتاب ”الضعفاء“ میں بھی ہو؟ اگر ایسا ہے تو پھر مؤمل بن سعید جس کے بارے میں آپ نے اسی صفحہ پر امام بخاری کے حوالہ سے ”منکر الحدیث“ کی جرح نقل کی ہے، اس کا بھی انکار کر دیجئے، اس لئے کہ اس کا تذکرہ بھی ”الضعفاء“ میں نہیں ہے۔ (دیکھئے الضعفاء الصغیر [باب المیم])

**تیسری دلیل:** امام بخاری سے ”منکر الحدیث“ کی جرح ثابت نہ ہونے کی تیسری دلیل سنابلی صاحب نے یہ دی ہے کہ ”امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ان سے استشہاد روایت لی ہے اگر امام بخاری کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہوتے تو امام بخاری رحمہ اللہ ان سے شواہد میں بھی روایت نہیں لیتے۔“ (انوار البدر ص ۱۷۶-۱۷۷)

**جواب:** سنابلی صاحب! شاید آپ کو معلوم نہیں کہ امام بخاری نے شرائط کا اعتبار صرف مسند احادیث میں کیا ہے، رہ گئی شواہد، متابعات، معلقات اور احادیث موقوفہ و مقطوعہ، تو ان میں ان شرائط کی رعایت نہیں کئے ہیں؛ بلکہ بخاری کی مطلق متابع اور شواہد وغیرہ کی احادیث کو بخاری کی حدیث کہنا ہی صحیح نہیں، جیسا کہ خود صحیح بخاری کے نام سے ہی واضح ہے، چنانچہ علامہ ابواسحاق الحونانی لکھتے ہیں کہ: لان صحیح البخاری هو الاحادیث المسندة، اما الاحادیث

المعلقة فليست على شرط البخاری. (شرح صحیح البخاری ۷/۳) صحیح بخاری تو مسند احادیث ہیں، مطلق احادیث بخاری کی شرط پر نہیں ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے جب ایسی احادیث بیان کی جاتی ہیں تو حوالہ میں صرف رواہ البخاری کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ رواہ البخاری تعلیقاً، رواہ البخاری فی الشواہد رواہ البخاری



فی ترجمۃ الباب وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اگر ساری روایات کا حکم یکساں ہوتا تو ان احادیث میں بھی صرف رواہ البخاری کہا جاتا۔

اور اگر کسی بھی صورت میں ”منکر الحدیث“ سے روایت لینا جائز نہیں تو کیا دونوں (روایت لینے اور ”منکر الحدیث“ کہنے) کو دو مختلف حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آپ کے مقدمہ نگارش اور شاہد الحق اثری نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی ہے؟ اس صورت میں کسی امام پر بڑا احتیاطی اور بدظنی کا الزام بھی نہیں آئے گا، لیکن وہ غیر مقلد ہی کیسا جو اسلاف اور ائمہ کرام سے بدظن نہ ہو اور ان کے بارے میں بدظنی نہ پھیلائے؟۔

خلاصہ کلام تقریباً سنابلی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ ”مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح ”منکر الحدیث“ ثابت ہے۔ اور جب غیر مقلدین کو اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو ان کے موقف پر صریح ہو تو اسی مجروح و متکلم فیہ اور ”منکر الحدیث“ راوی کو تشدد اور جہت ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل اور احتمالات: بل کہ ائمہ حقد میں پر الزام و بہتان دینے لگے، کہ ان سے نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اگر دو افتان احتمالات اور دلائل میں کوئی دم ہوتا تو یہ لوگ اسی وقت یہ سارے احتمالات اور دلائل بیان کرتے، جب مذکورہ کتب کے مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان کی جرح نقل کی تھی“۔

افوہ! سنابلی صاحب معاف دارید، مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ جس وقت وہ کتابیں لکھی گئیں؛ بلکہ ان کے منظر عام پر آنے کے صدیوں بعد تک بھی آپ اور آپ کی پارٹی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے کوئی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کا انکار کرتا، وہ تو احسان ہے ان لوگوں کا جو سات سمندر پار بیٹھ کر.....۔

### جارحین کے اقوال

اسی مقالہ میں ص ۱۸۰ پر ”جارحین کے اقوال“ کے عنوان کے تحت سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل پر جرح کرنے والوں میں سے امام ابو حاتم اور امام نسائی کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ (امام ابو حاتم اور امام نسائی) صحت و تشدد ہیں۔

**جواب:** ہاں دے انصاف و دیانت! قارئین کرام! ذرا غور کریں یہی امام نسائی جب امام ابو حنیفہ جیسے عظیم محدث، عظیم فقیہ اور عظیم مجتہد کے بارے میں ”لیس بالقوی“ کہتے ہیں، تو اس وقت انہی سنابلی اور ان کی پارٹی کے نزدیک امام نسائی کا سارا تعنت و تشدد ختم ہو جاتا ہے، اور ”لیس بالقوی“ سے امام ابو حنیفہ ایسے مجروح ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ، لیکن جب یہی ”لیس بالقوی“ کی جرح مؤمل بن اسماعیل جیسے مجروح و متکلم فیہ راوی کے بارے میں ہوتی ہے تو اس کی ثابہت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا جاتا ہے، اور اس وقت نہ تو ”لیس بالقوی“ سے تضعیف ثابت ہوتی ہے، اور نہ امام نسائی تعنت و تشدد کے حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔

کیوں؟..... اس لئے کہ وہاں یہ جرح غیر مفسر ایک امام بل کہ امام اعظم اور امام الائمہ کے بارے میں صادر ہو رہی ہے، اور یہاں امام تو کیا..... ایک مجروح و متکلم فیہ؛ بل کہ ”منکر الحدیث“ راوی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہاں امام ابو حنیفہ سے عداوت تھی، اور یہاں امام ابو حنیفہ کے مسلک سے عداوت ہے۔ کیوں سنابلی صاحب یہی بات ہے؟!

### مؤثقتین کے اقوال

سنابلی صاحب نے ص ۱۸۲ پر اس عنوان کے تحت مؤمل بن اسماعیل کی ثابہت ثابت کرنے کے لئے بزعیم خویش پچیس محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں، چوں کہ یہ مختصر جائزہ ہے، اس لئے ہر قول کا ترکیب کی جواب دیا جا رہا ہے۔

(انوار ابدر ۱۸۲-۸۳)

(۳-۲) امام علی ابن المدینی، امام احمد اور امام بخاری نے استشہاداً ان سے روایت لیا ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! عبدالرحمن بن اسحاق سے بھی امام ترمذی اور امام ابو داؤد ابن خزیمہ، امام احمد وغیرہ نے روایت لیا ہے اور ان کی روایت کو اپنی کتب میں درج کیا ہے؛ بل کہ امام ترمذی نے ان کی حدیث کو نقل کر کے حسن بھی کہا ہے۔

(انوار ابدر ۱۸۳)

(۴) امام ترمذی کہتے ہیں ”حسن صحیح“۔

**جواب:** سنابلی صاحب ذرا ہوش سے بات کیجئے، اس لئے کہ آگے ص ۵۷ پر انہی امام ترمذی کو آپ تسامیل کہنے والے ہیں، آپ کے علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ”أما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ لما فیہ من التساهل“ (علامہ امام ترمذی کے تسامیل کی وجہ سے ان کی تحسین پر اعتماد نہیں کرتے) کہہ کر امام ترمذی سے اپنا اعتماد ختم کر چکے ہیں۔

(صحفۃ الاحوذی ۹۳/۲)

(انوار ابدر ۱۸۳)

(۵) امام اسماعیلی نے مستخرج علی صحیح البخاری میں مؤمل کی روایت درج کی ہے۔

فی ترجمۃ الباب وغیرہ لکھا جاتا ہے۔ اگر ساری روایات کا حکم یکساں ہوتا تو ان احادیث میں بھی صرف رواہ البخاری کہا جاتا۔

اور اگر کسی بھی صورت میں ”منکر الحدیث“ سے روایت لینا جائز نہیں تو کیا دونوں (روایت لینے اور ”منکر الحدیث“ کہنے) کو دو مختلف حالات پر محمول نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ آپ کے مقدمہ نگارش اور شاہد الحق اثری نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کی ہے؟ اس صورت میں کسی امام پر بڑا احتیاطی اور بدظنی کا الزام بھی نہیں آئے گا، لیکن وہ غیر مقلد ہی کیسا جو اسلاف اور ائمہ کرام سے بدظن نہ ہو اور ان کے بارے میں بدظنی نہ پھیلائے؟۔

خلاصہ کلام تقریباً سنابلی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ ”مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح ”منکر الحدیث“ ثابت ہے۔ اور جب غیر مقلدین کو اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جو ان کے موقف پر صریح ہو تو اسی مجروح و متکلم فیہ اور ”منکر الحدیث“ راوی کو تشدد اور جہت ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل اور احتمالات: بل کہ ائمہ حقد میں پر الزام و بہتان دینے لگے، کہ ان سے نقل کرنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ اگر دو افتان احتمالات اور دلائل میں کوئی دم ہوتا تو یہ لوگ اسی وقت یہ سارے احتمالات اور دلائل بیان کرتے، جب مذکورہ کتب کے مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے ان کی جرح نقل کی تھی“۔

افوہ! سنابلی صاحب معاف دارید، مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ جس وقت وہ کتابیں لکھی گئیں؛ بلکہ ان کے منظر عام پر آنے کے صدیوں بعد تک بھی آپ اور آپ کی پارٹی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے کوئی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کا انکار کرتا، وہ تو احسان ہے ان لوگوں کا جو سات سمندر پار بیٹھ کر.....۔

### جارحین کے اقوال

اسی مقالہ میں ص ۱۸۰ پر ”جارحین کے اقوال“ کے عنوان کے تحت سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل پر جرح کرنے والوں میں سے امام ابو حاتم اور امام نسائی کی جرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ (امام ابو حاتم اور امام نسائی) صحت و تشدد ہیں۔

**جواب:** ہاں دے انصاف و دیانت! قارئین کرام! ذرا غور کریں یہی امام نسائی جب امام ابو حنیفہ جیسے عظیم محدث، عظیم فقیہ اور عظیم مجتہد کے بارے میں ”لیس بالقوی“ کہتے ہیں، تو اس وقت انہی سنابلی اور ان کی پارٹی کے نزدیک امام نسائی کا سارا تعنت و تشدد ختم ہو جاتا ہے، اور ”لیس بالقوی“ سے امام ابو حنیفہ ایسے مجروح ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ، لیکن جب یہی ”لیس بالقوی“ کی جرح مؤمل بن اسماعیل جیسے مجروح و متکلم فیہ راوی کے بارے میں ہوتی ہے تو اس کی ثابہت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا جاتا ہے، اور اس وقت نہ تو ”لیس بالقوی“ سے تضعیف ثابت ہوتی ہے، اور نہ امام نسائی تعنت و تشدد کے حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔

کیوں؟..... اس لئے کہ وہاں یہ جرح غیر مفسر ایک امام بل کہ امام اعظم اور امام الائمہ کے بارے میں صادر ہو رہی ہے، اور یہاں امام تو کیا..... ایک مجروح و متکلم فیہ؛ بل کہ ”منکر الحدیث“ راوی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہاں امام ابو حنیفہ سے عداوت تھی، اور یہاں امام ابو حنیفہ کے مسلک سے عداوت ہے۔ کیوں سنابلی صاحب یہی بات ہے؟!

### مؤثقتین کے اقوال

سنابلی صاحب نے ص ۱۸۲ پر اس عنوان کے تحت مؤمل بن اسماعیل کی ثابہت ثابت کرنے کے لئے بزعیم خویش پچیس محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں، چوں کہ یہ مختصر جائزہ ہے، اس لئے ہر قول کا ترکیب کی جواب دیا جا رہا ہے۔

(انوار ابدر ۱۸۲-۸۳)

(۳-۲) امام علی ابن المدینی، امام احمد اور امام بخاری نے استشہاداً ان سے روایت لیا ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! عبدالرحمن بن اسحاق سے بھی امام ترمذی اور امام ابو داؤد ابن خزیمہ، امام احمد وغیرہ نے روایت لیا ہے اور ان کی روایت کو اپنی کتب میں درج کیا ہے؛ بل کہ امام ترمذی نے ان کی حدیث کو نقل کر کے حسن بھی کہا ہے۔

(انوار ابدر ۱۸۳)

(۴) امام ترمذی کہتے ہیں ”حسن صحیح“۔

**جواب:** سنابلی صاحب ذرا ہوش سے بات کیجئے، اس لئے کہ آگے ص ۵۷ پر انہی امام ترمذی کو آپ تسامیل کہنے والے ہیں، آپ کے علامہ عبدالرحمن مبارکپوری ”أما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیہ لما فیہ من التساهل“ (علامہ امام ترمذی کے تسامیل کی وجہ سے ان کی تحسین پر اعتماد نہیں کرتے) کہہ کر امام ترمذی سے اپنا اعتماد ختم کر چکے ہیں۔

(صحفۃ الاحوذی ۹۳/۲)

(انوار ابدر ۱۸۳)

(۵) امام اسماعیلی نے مستخرج علی صحیح البخاری میں مؤمل کی روایت درج کی ہے۔

الجبار، زبیر بن معاویہ، ابن جریج، عبدالرزاق، امام شافعی، خلد الواسطی، وکیع بن الجراح، فضل بن موسیٰ، عیسیٰ بن یونس ۲۶۱ھ سے صراحتہ تعریف و توثیق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ عبدالحمید بن یحییٰ احمائی، معمر بن راشد، نصر بن محمد، یونس بن ابی اسحاق، اسراکل بن یونس، زفر بن ہذیل، عثمان البتی، جریر بن عبدالحمید، ابو مقاتل حفص بن مسلم، قاضی ابو یوسف، سلم بن سالم، یحییٰ بن آدم، یزید بن ہارون، ابن ابی رزمہ، سعید بن سالم القداح، شداد بن حکیم، خارجہ بن مصعب، خلف بن ایوب، ابو عبدالرحمن المقرئ، محمد بن سائب کلبی، حسن بن عمارہ، ابو نعیم فضل بن دکین، حکم بن ہشام، یزید بن زریع، عبداللہ بن داؤد حرلی، محمد بن فضیل، زکریا بن ابی زائدہ، یحییٰ بن زکریا، زائدہ، یحییٰ بن معین، مالک ابن مغول، ابوبکر بن عیاش، ابوخلد الاحمر، قیس بن ربیع، ابو عاصم الانصاری، عبداللہ بن موسیٰ، محمد بن جابر اصمعی، شقیق بن یحییٰ، علی ابن عاصم، یحییٰ بن نصر: کل هؤلاء اثنوا علیه ومدحوه بالفاظ مختلفة. ان (۴۰) محدثین اور فقہانے مختلف الفاظ میں امام ابو حنیفہ کی تعریف تو صیغ بیان کی ہے۔

(الانصاف فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ۱/۱۳۷)

رہ گئی امام ابن عبدالبر کی جرح تو شاید آپ کو معلوم ہو کہ یہی ابن عبدالبر جامع بیان العلم و فضلہ میں امام ابو حنیفہ کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں۔ الذین رووا عن ابي حنيفة ووقفوه واثنوا عليه اكثر من الذين تكلموا فيه۔ جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا اور ان کی تعریف و توثیق کی، ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنہوں نے آپ پر کلام کیا (جامع بیان العلم ۱۹۲)۔ اور اگر ابن عبدالبر کی جرح تسلیم کر لیا جائے تو بھی مذکورہ ائمہ کے بالمقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

سنابلی صاحب! مذکورہ حضرات کی امامت آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ابھی معافی مانگتے اور اگر نفی میں ہے تو اپنے دین و اسلام کی طرح اپنی دنیا بھی الگ بنا لیجئے۔ آخر کس کی امامت آپ کو تسلیم ہے؟ اس کی ایک فہرست تو پیش کرتے؛ تاکہ اسی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کی تعدیل و توثیق نقل کی جاتی۔

سنابلی صاحب! آپ نے پوری علمی دنیا کی سیر کر لی اور اسماء الرجال کی تقریباً تمام کتابوں کو چھان ڈالا؛ لیکن انہیں کتابوں میں ”باب انون“ دیکھنے کی توفیق نہیں ہوئی؟ یا دیکھی ان دیکھی کر دی؟

ابوزید ضحیر صاحب! کیا یہی مزاج اہل حدیث کی نمائندگی اور جذبہ اثبات حق و ابطال باطل ہے؟ اور جھوٹ، خیانت، حق سے چشم پوشی، بل کہ ائمہ محدثین پر بہتان لگانے کا نام حراج اہل حدیث ہے؟

یہ نمونہ کے طور پر صرف ایک کتاب سے ۶۶ نام پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اگر کتابوں کا نام گنایا جائے تو شاید انہیں کے لئے ۳۸۶ صفحات کم پڑ جائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ، محدث، فقیہ اور امام الائمہ ہیں، اور سنابلی صاحب کا تمام انہ کی طرف سے توثیق کا انکار کر دینا جھوٹ کے ساتھ ساتھ امام محمد بن پر بہتان بھی ہے۔ (مزید تفصیل راقم نے اپنی کتاب ”امام اعظم ابو حنیفہ، بحیثیت محدث، فقیہ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات“ میں کر دی ہے، جو تادم تحریر مطبوع نہیں ہے)۔

### تفسیر نبوی ﷺ ﴿فصل لربك وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۱۹۱ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی چھٹی دلیل نقل کرتے ہیں:

ثنا أبو الحویش، ثنا شبان، ثنا حماد، ثنا عاصم الاحول، عن رجل، عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (ولفظ الحديث الذي قبله عند البيهقي: قال في هذه الآية ﴿فصل لربك وانحر﴾ قال: وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى، ثم وضعهما على صدره۔

صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ﴿فصل لربك وانحر﴾ [۱۰۸/الکوثر ۲] کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس سے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے بازو (کبھی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر پھر انہیں اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔

[الدر المنثور ۸/۶۵۰، بیہقی ۲/۴۶۲، بحوالہ انوار البدر ص ۱۹۱]

جواب: چون کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام اور حال معلوم نہیں، اس لئے اس حدیث سے سنابلی صاحب کا استدلال کرنا صحیح نہیں۔

### فصل دوم: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

غیر مقلدین کو اپنے مسلک پر جب (کوئی صحیح صریح، مرفوع متصل) حدیث نہیں ملتی تو عوام کے بھولے پن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صحابہ کرام کے آثار اور ان کے اقوال و افعال کو بطور حجت اور دلیل پیش کرتے ہیں، یہی کام مذکورہ عنوان کے تحت سنابلی صاحب نے بھی کیا ہے۔ حالاں کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور آثار و ارے غیر مقلدین کے نزدیک حجت اور قابل استدلال ہی نہیں؛ چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: **قوله صحابه حجت نیست۔ (فتاویٰ نذیریہ ۳۴۰)۔** سرتاج غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان بھوپالی فرماتے ہیں: **نعت بتقدیر صحابه غیر قائم است۔ (بدورالابلہ)۔** ایک جگہ فرماتے ہیں: **ندمہ قہفات صحابه حجت نیست۔ (دلیل الطالب ص ۶۱)۔** التاج الکمل میں لکھتے ہیں: **فعل الصحابی لا یصلح للاحتجاج۔ (ص ۲۸۳)۔** نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں: **صحابہ کا قول حجت اور دلیل نہیں۔ (عرف الہادی ص ۲۰۲-۲۰۳)**

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ آج کل جب یہ لوگ کہیں ہنسنے نظر آتے ہیں تو اپنے ان اکابرین سے بھی اپنا دامن جھاڑ لیتے ہیں اور یہ باور کرانے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و ارے کو حجت اور قابل استدلال مانتے ہیں۔

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جس طرح احناف اور فقہ احناف کے خلاف انگریزوں کے دوری سے اشتہار بازیاں ہو رہی ہیں اور ان کی کتابوں سے ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک عبارت کو پکڑ کر ان پر عمل کرنے والوں پر ضال و مضل کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے، اور قرآن و سنت کا مخالف؛ بل کہ محرف قرر دیا جا رہا ہے۔ کبھی اپنے ان اکابرین اور ان کی اس طرح کی عبارات کے خلاف نہ تو کوئی اشتہار بازی کی گئی، نہ کوئی کتابچہ اور پمفلٹ شائع کر کے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور نہ ان پر ضال و مضل کا فتویٰ لگایا گیا۔

بہر حال چوں کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و ارے غیر مقلدین کے نزدیک حجت اور قابل استدلال نہیں ہیں، اس لئے ان پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن پھر بھی قارئین کی تسلی کے لئے ان آثار اور اقوال و افعال پر بھی مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

### حدیث ابن عباس تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۲۰۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ساتویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو بکر بن أبي الاسود حدثنا أبو رجاء الكلبي عن عمرو بن مالک عن أبي الجوزاء عن ابن عباس: ﴿فصل لربک وانحر﴾ قال وضع يده على النحر.

مفسر قرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ (ﷺ) نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے نماز میں ہاتھوں کو نحر کے پاس (یعنی سینے پر) رکھنا مراد ہے۔ [غریب الحديث للحریبی ۴۴۳/۲، بیہقی ۴۴۲/۲ بحوالہ انوار البدر ص ۲۰۰]

**جواب:** سنابلی صاحب! کب سے صحابہ کی تفسیر آپ کے یہاں حجت اور دلیل بن گئی؟ آپ کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور نواب نور الحسن خان وغیرہ تو فرماتے ہیں: کہ صحابہ کے اقوال و افعال اور تفاسیر حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔

(دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ، المروءۃ الندیہ، التاج الکمل، عرف الہادی، دلیل الطالب وغیرہ)

یا اب اپنے اکابرین کے یہ اشعار بھی بھول گئے؟

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن

ہم اصل حدیث کے دو اصول

ہم اصل حدیث کے دو اصول

ہم اصل حدیث کے دو اصول

سنابلی صاحب! آپ اپنے اصول سے انحراف مت کیجئے، ورنہ کہیں کے بھی نہیں رہ جائیں گے۔ یا اب اپنے ان اکابر سے بھی دامن جھاڑ لئے؟ اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو حجت ماننے لگے؟ اگر ایسا ہے تو واقعی یہ ایک خوش کن بات ہے؛ لیکن ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے کہ ان عبارات کے خلاف کبھی آپ کی طرف سے اشتہار بازی کیوں نہیں کی گئی؟ کوئی پمفلٹ یا کتابچہ کیوں شائع نہیں ہوا؟ کبھی ان کتابوں کے خلاف صدائے احتجاج کیوں نہیں بلند کی گئی؟ کبھی ان کے مصنفین پر ضال و مضل کا فتویٰ کیوں نہیں لگایا گیا؟ جس طرح احناف اور مساکل احناف کے خلاف انگریزوں کے دوری سے اشتہار بازیاں ہو رہی ہیں اور ضال و مضل کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں.....؟

بہر حال اگر واقعی اب آپ حضرات صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و ارے کو حجت اور دلیل مان لئے ہیں، تو پھر جمہور کی طرح ہر مسئلہ میں

صحابی کے قول و عمل اور فعل کو حجت اور قابل استدلال ماننا ہوگا، چاہے وہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہو چاہے قربانی کے صرف تین دن ہونے کے بارے میں "مالک عن نافع عن ابن عمر" کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر: الأضحی یوم النحر ویومان بعده. (قربانی یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے) ہو، یا کوئی اور مسئلہ ہو اور ساتھ ساتھ کھلے الفاظ میں یہ اقرار بھی کرنا ہوگا کہ ہمارے ان اکابرین کی مذکورہ کتب و عبارات غلط ہیں اور جمہور کی طرح ہمارا مسلک بھی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء حجت اور قابل استدلال ہے۔ جس دن آپ یہ اقرار کر لیں گے اس دن سے آپ کو اس سے استدلال کرنے کا حق ہوگا، اس سے پہلے نہیں۔ لیکن اتنا ضرور ذہن میں رکھیں کہ بڑوں کے آگے چھوٹوں کی کوئی نہیں سنتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں: عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسیر علی الا أنه غیر صحیح یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے۔ (بدائع الفوائد ۱/۹۱)

خلاصہ یہ کہ یہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اور وہ بھی بقول ابن قیم صحیح نہیں ہے، جو غیر مقلدین کے لئے حجت اور قابل استدلال نہیں۔

### حدیث علیؑ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنابلی صاحب ص ۲۲۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی آٹھویں دلیل نقل کرتے ہیں:

قال موسى، حدثنا حماد بن سلمه، سمع عاصما الجحدري، عن أبيه عن عقبة بن ظبيان، عن علي رضي الله عنه ﴿فصل لربک وانحر﴾ وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ [التاریخ الکبیر للبخاری ۴/۶۳، سنن بیہقی ۴/۲۵۲ بحوالہ انوار البدر ص ۲۲۰] **جواب:** اس حدیث سے بھی استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال نہیں (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا)۔

**ثانیاً:** آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی اس تفسیر کے بارے میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: لا یصح عن علی. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور سے ثابت نہیں۔ (فتح المغرور ص ۹۳، اصل صفحہ صلاة النبی ۲۱۷)

علامہ البانی بیہقی والی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: محتمل للتحسين. یعنی حسن کے درجہ کو پہنچنے کا صرف احتمال ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ سند بھی علامہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (حوالہ بالا)

### حدیث علیؑ (فوق السرة)...

سنابلی صاحب ص ۲۴۲ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن أعين، عن أبي بدر، عن أبي طلوت عبد السلام، عن ابن جريو الضبي، عن أبيه، قال رأيت علياً، رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسخ فوق السرة.

ابن جریر الضبی اپنے والد کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پھنچے (کلائی) کے پاس سے (یعنی جوڑ کے پاس) سے پکڑ رکھا تھا اور وہ ناف سے اوپر تھے۔ [سنن ابی داؤد ۲۰۱/۱ رقم: ۷۵۷ بحوالہ انوار البدر ص ۲۴۲]

**جواب:** سنابلی صاحب اس حدیث سے آپ کا استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولا:** اس لئے کہ آپ کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔ **ثانیاً:** آپ کے علامہ البانی کے بقول یہ حدیث ضعیف ہے، جس سے استدلال کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔

(ابوداؤد تحقیق البانی ۷/۵۷۷، ضعیف ابوداؤد ۲۹۳ نمبر ۱۰)

**ثالثاً:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ناف سے اوپر تھے نہ کہ سینہ کے اوپر؟ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ ایسی روایت پیش کریں جس میں "علی الصدر" (سینہ پر) کی صراحت ہو۔

ہاں یہ حدیث "ناف کے نیچے" باندھنے والوں کے لئے حجت ہو سکتی ہے، اس لئے "ناف کے نیچے" اور "ناف کے اوپر" میں کوئی زیادہ فرق نہیں، بہت ممکن

صحابی کے قول و عمل اور فعل کو حجت اور قابل استدلال ماننا ہوگا، چاہے وہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ ہو چاہے قربانی کے صرف تین دن ہونے کے بارے میں ”مالک عن نافع عن ابن عمر“ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا اثر: الأضحیٰ یوم النحر ویومان بعده۔ (قربانی یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے) ہو، یا کوئی اور مسئلہ ہو اور ساتھ ساتھ کھلے الفاظ میں یہ اقرار بھی کرنا ہوگا کہ ہمارے ان اکابرین کی مذکورہ کتب و عبارات غلط ہیں اور جمہور کی طرح ہمارا مسلک بھی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال اور ان کی تفاسیر و آراء حجت اور قابل استدلال ہے۔ جس دن آپ یہ اقرار کر لیں گے اس دن سے آپ کو اس سے استدلال کرنے کا حق ہوگا، اس سے پہلے نہیں۔ لیکن اتنا ضرور ذہن میں رکھیں کہ بڑوں کے آگے چھوٹوں کی کوئی نہیں سنتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اسی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں: عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسیر علی الا أنه غیر صحیح یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح ہے۔  
(مدالعی الفوائد ۱۳/۹۱)

خلاصہ یہ کہ یہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اور وہ بھی بقول ابن قیم صحیح نہیں ہے، جو غیر مقلدین کے لئے حجت اور قابل استدلال نہیں۔

### حدیث علیؑ تفسیر ﴿فصل لربک وانحر﴾

سنائی صاحب ص ۲۲۰ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی آٹھویں دلیل نقل کرتے ہیں:

قال موسى، حدثنا حماد بن سلمه، سمع عاصما الجحدري، عن أبيه عن عقبه بن ظبيان، عن علي رضي الله عنه ﴿فصل لربک وانحر﴾ وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.

صحابی رسول علی رضی اللہ عنہ نے ﴿فصل لربک وانحر﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے (نماز میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بازو (کہنی سے ہتھیلی تک کے حصہ) کے درمیان رکھ کر اپنے سینے پر رکھنا مراد ہے۔ [التاریخ الکبیر للبخاری ۳/۴۳۷، سنن بیہقی ۴/۳۵۲ بحوالہ انوار البدر ص ۲۲۰]  
جواب: اس حدیث سے بھی استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولاً:** اس لئے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال نہیں (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا)۔

**ثانیاً:** آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ البانی اس تفسیر کے بارے میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: لا یصح عن علی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طور سے ثابت نہیں۔  
(فتح المغفور ص ۹۳، اصل صفحہ صلاة النبی ۱/۲۱۷)

علامہ البانی بیہقی والی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: محتمل للتحسين. یعنی حسن کے درجہ کو پہنچنے کا صرف احتمال ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ یہ سند بھی علامہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (حوالہ بالا)

### حدیث علیؑ (فوق السرة)...

سنائی صاحب ص ۲۲۲ پر سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نویں دلیل نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن أعين، عن أبي بدر، عن أبي طلوت عبد السلام، عن ابن جريو الضبي، عن أبيه، قال رأيت علياً، رضي الله عنه يمسك شماله بيمينه على الرسغ فوق السرة.

ابن جریر الضبی اپنے والد کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پینچے (کلائی) کے پاس سے (یعنی جوڑ کے پاس) سے پکڑ رکھا تھا اور وہ ناف سے اوپر تھے۔ [سنن ابی داؤد ۱/۲۰۱ رقم: ۷۵۷ بحوالہ انوار البدر ص ۲۲۲]

جواب: سنائی صاحب اس حدیث سے آپ کا استدلال کرنا بچند وجوہ صحیح نہیں: **اولاً:** اس لئے کہ آپ کے نزدیک تفسیر صحابہ حجت اور قابل استدلال ہی نہیں۔  
**ثانیاً:** آپ کے علامہ البانی کے بقول یہ حدیث ضعیف ہے، جس سے استدلال کرنا انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مرادف ہے۔

(ابوداؤد تحقیق البانی ۱/۷۵۷، ضعیف ابوداؤد ۲۹۳ نمبر ۱۰)

**ثالثاً:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ناف سے اوپر تھے نہ کہ سینہ کے اوپر؟ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟ آپ ایسی روایت پیش کریں جس میں ”علی الصدر“ (سینہ پر) کی صراحت ہو۔

ہاں یہ حدیث ”ناف کے نیچے“ باندھنے والوں کے لئے حجت ہو سکتی ہے، اس لئے ”ناف کے نیچے“ اور ”ناف کے اوپر“ میں کوئی زیادہ فرق نہیں، بہت ممکن

سنابلی صاحب ص ۲۶۲ پر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ پوری امت کے کسی بھی عالم نے اسے صحیح نہیں کہا۔“

**جواب:** حالاں کہ سنابلی صاحب کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، تعصب، مسلک احتاف سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛ اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن القیم اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **والصحيح حديث علي [صحیح حضرت علیؑ کی حدیث ہے]**۔ علامہ ابن المنذر نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔  
(بدائع الفوائد ۱۹۱/۳ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ۹۴/۳ نمبر ۱۲۹۰)

سنابلی صاحب! فیصلہ فرمائیے کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کا تعلق اسی امت سے ہے یا کسی اور امت سے؟ اگر ہاں تو ان کا شمار علماء میں ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو معافی مانگئے، اور اگر نہیں تو اپنے مقدمہ نگار، تقریظ نگار اور ”اسلامک انفارمیشن میسج“ کے ممبران کو لے کر اپنی ایک الگ دنیا بنا لیجئے۔

### (امام نووی کی اندھی تقلید)

اسی سطر میں آگے لکھتے ہیں: بل کہ اس کے ضعیف ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کا بیان آگے آ رہا ہے۔

(انوار البدر ص ۲۶۳)

**جواب:** سنابلی صاحب! اتنا بھاری بھرکم دعویٰ کیوں؟..... اسی لئے نا کہ اس میں ایک راوی عبد الرحمن بن اسحاق ہے؟..... لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اسی راوی یا اس کی روایت کو امام فہن امام ترمذی ”هذا حديث حسن غريب“ امام حاکم ”هذا حديث صحيح الاسناد“۔ امام بزار ”صالح الحديث“۔ علامہ البانی ”حسن“ کہتے ہیں۔ علامہ ابن قیم خصوصاً اسی حدیث کے بارے ”والصحيح حديث علي“ کہتے ہیں۔ حافظ ہر علامہ ابن حجر عسقلانی کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن اسحاق ان کے نزدیک بھی قابل اعتبار ہے۔ ابن خزیمہ ان کی روایت کو اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ: تحت السرة اقوى في الحديث، ناف کے نیچے (ہاتھ باندھنا) حدیث کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہے۔ ابن قدامہ اور علامہ ابن المنذر نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے۔

(سنن ترمذی بتحقیق الالبانی ۱۰۸/۳ نمبر ۴۷۱، ۳۵۴/۳ نمبر ۱۹۸۳، ۶۴۳/۳ نمبر ۲۵۷۲، ۵۶۰/۵ نمبر ۳۵۶۳، مستدرک حاکم ۴۱/۱ نمبر ۱۹۷۳، مسند بزار ۲/۲۷۷ نمبر ۶۹۶، بدائع الصنائع ۹۱/۳، القول الممدود ۳۳/۱ الحديث الخامس، صحيح خزيمه ۳۰۶/۳ نمبر ۲۱۳۶، مسائل الامام احمد واسحاق بن راهويه، الكافي لابن قدامه ۲۴۴/۱ باب صفة الصلاة، الاوسط في السنن والاجماع والاختلاف ۹۴/۳ نمبر ۱۲۹۰)

دوسرے عبد الرحمن بن اسحاق کی اس روایت کو متعدد محدثین مثلاً امام ابو داؤد، امام احمد، دارقطنی، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، امام طحاوی، امام ابن منذر، علامہ ضیاء المقدسی وغیرہ نے اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ سنابلی صاحب نے خود یہ حوالے نقل کئے ہیں۔ (انوار البدر ص ۱۶۳)

اس کے علاوہ ان کی روایات کو ترمذی، دارمی، امام طبرانی، ابویعلیٰ الموصلی، امام حاکم، امام عبد بن....، ابن خزیمہ، بزار اور امام قضاعی نے اپنی مسند شہاب میں بیان کیا ہے۔ (بحوالہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ ص ۱۰۵)

معلوم ہوا کہ امام ترمذی، امام حاکم، امام بزار، ابن خزیمہ، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن القیم اور اہل حدیث عالم علامہ البانی کے نزدیک عبد الرحمن بن اسحاق کی روایت (جس میں یہ روایت بھی شامل ہے) کم از کم حسن درجہ کی اور معتبر و قابل استدلال ہوگی۔ اس لئے کہ آپ کے بقول راوی حدیث کی تصحیح و تحسین اس راوی سے مروی حدیث کی تصحیح و تحسین ہوتی ہے۔ (انوار البدر)

سنابلی صاحب! آپ اور آپ کے تقریظ نگاروں؛ بل کہ پوری البانی و شوکانی پارٹی کی تحریروں اور دعویٰ کے مطابق آپ کا کام تو علم و تحقیق ہے، پھر آپ نے کیوں یہاں امام نووی کی اندھی تقلید کر لی؟ کیا امام نووی نے پوری امت کے حوالہ سے اتفاق نقل کیا ہے؟ یا آپ کی دنیا میں علم و تحقیق اسی کا نام ہے؟

سنابلی صاحب! آپ نے امام نووی کے حوالہ سے ”باتفاق امت“ ضعف کا دعویٰ نقل تو کر دیا؛ لیکن یہ بھول گئے کہ اس سے پہلے صفحہ ۱۶۹ پر اشارتاً انہی امام نووی کو بہتان لگانے والا کہہ چکے ہیں؟ کیا یہاں امام نووی بہتان نہیں لگا سکتے؟

اور یہ بھی آپ نے یہ نہیں سوچا کہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد امام ترمذی، امام حاکم، امام بزار، ابن خزیمہ، ابن حجر عسقلانی، علامہ ابن القیم، ابن قدامہ، علامہ ابن المنذر اور اپنے علامہ البانی سے بھی آپ کا تعلق استوار نہیں رہ جائے گا؟ یا ان ائمہ کی عبارتیں آپ کے سامنے سے نہیں گزریں؟ اگر ساری کتابیں نہیں دیکھ سکتے تھے، تو

کم از کم علامہ ابن حجر عسقلانی کی ”القول المسد“ ہی دیکھ لئے ہوتے، یا سب کچھ جاننے، دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود آپ نے اپنے جذبات باطل و ابطال حق کے مطابق حق بات سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی؟ امام ابو حنیفہ جیسے محدث، محقق، مجتہد اور فقیہ کے بارے میں فن جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین کے ”ما سمعت احدا ضعه“ (میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا) کہنے کے باوجود یہ دعویٰ کہ کسی امام نے ابو حنیفہ کی توثیق نہیں کی؛ لیکن امام نووی کے حوالہ سے تضعیف پر اتفاق نقل کر دینا اور اس کے سہارے امت کے ایک طبقہ کی تفسیل و تفسیق؛ بل کہ قرآن و حدیث اور اللہ و رسول کی مخالفت کا الزام دیدینا عین قرآن و حدیث اور اس کی اتباع ہے؟ سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا اور ضرور دیجئے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ترمذی، امام حاکم، امام ہزار، ابن خزیمہ، علامہ ابن حجر عسقلانی، ابن قدامہ، علامہ ابن القیم، اسحاق بن راہویہ، علامہ ابن السکیت اور اہل حدیث عالم علامہ البانی کے نزدیک معتبر اور قابل استدلال ہے، خصوصاً جب کہ حضرت ابوجہل اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کے آنے والے آثار اور تلقی بالقبول اس کی تائید کرتے ہوں۔

### حدیث انس رضی اللہ عنہ بن مالک (من اخلاق النبوة...)

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل ببغداد أنبا أبو عمر ابن السماك، ثنا محمد بن عبيد الله بن المنادي، ثنا أبو حذيفة ثنا سعيد بن زريق عن ثابت عن أنس قال: ثلاث من أخلاق النبوة تعجيل الإفطار وتأخير السحور ووضعك يمينك على شمالك في الصلاة تحت السررة. صحابي رسول الله صلى الله عليه وسلم منقول ہے کہ انہوں نے کہا: نبوت کے اخلاق میں سے ہے افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں تمہارا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھنا۔ (انوار البدر ص ۳۸۱)

سنابلی صاحب حضرت انس بن مالک کی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے بعد تین صفحات ۲۸۵ پر ”تنبیہ“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: اسی روایت کو کچھ لوگ محلی لابن حزم سے پیش کرتے ہیں۔ عرض ہے کہ محلی میں اس روایت کی سند ہی مذکور نہیں۔ [المحلی بالآثار ۳/۳۰] لہذا یہ حوالہ غیر مستند ہے۔

جواب: سنابلی صاحب! علامہ ابن حزم نے ہاتھ باندھنے پر بشمول دیگر احادیث اور آثار کے اس اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔

[المحلی بالآثار ۳/۳۰]

اور آپ نے اسی کتاب میں ص ۱۸۵ پر علامہ ابن حزم ہی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف ثقہ رواۃ کی روایت سے ہی حجت پکڑی ہے: ولعلم من قرأ كتابنا هذا أننا لم نحتج إلا بخبر صحيح من رواية الثقات. ہماری یہ کتاب پڑھنے والا جان لے کہ ہم نے صرف ثقہ رواۃ کی صحیح روایت سے ہی استدلال کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ۲/۲۱، انوار البدر ص ۱۸۵)

معلوم ہوا کہ یہ اثر بھی قابل استدلال ہے، اور سنابلی صاحب کی طرف سے عدیم السند ہونے کی وجہ سے ناقابل استدلال ہونے کا دعویٰ باطل و مردود ہے۔

### مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف

اس عنوان کے تحت سنابلی صاحب نے پہلے ص ۳۱۱ پر ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے حوالہ سے ”حدثنا وكيع، عن موسى بن عمير، عن علقمة بن وائل بن حجر“ کی سند سے حضرت وائل بن حجر کی روایت ”رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السررة.“ (یعنی وائل بن حجر نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا) نقل کی ہے۔ اس کے بعد وائل پیرا گراف میں تہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس روایت میں تحت السررة (زیر ناف) کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ حنفیوں نے اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے اس حدیث میں تحریف کر دی ہے اور اپنی طرف سے اس میں تحت السررة (زیر ناف) کا اضافہ کر دیا ہے۔ (انوار البدر ص ۳۱۱)

پھر آگے ص ۳۲۸-۳۶۶-۳۶۹-۳۵۱-۳۶۵ پر بڑے غم خویش مختلف دلائل سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کئے ہیں کہ واقعی اس حدیث میں تحریف کی گئی ہے اور ان کی طرف سے کیا جانے والا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ ذیل میں سنابلی صاحب کی ہر دلیل کے ساتھ مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے، جس سے سنابلی صاحب کی طرف سے کیا گیا دعویٰ اور ان کے دلائل کا اعزازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دلیل اول: سنابلی صاحب نے تحریف کی پہلی دلیل یہ دی ہے کہ: دیگر نسخوں اور دیگر کتابوں میں یہ روایت اسی سند سے ہے؛ لیکن ان میں یہ زیادتی نہیں ہے؟

(انوار البدر ص ۳۶۶، ۳۲۸)

جواب: سنابلی صاحب! آپ کیا فرمائیں گے ”علی صدرہ“ (سینہ پر ہاتھ باندھنے) والی روایت کے بارے میں جو ابن خزیمہ کے علاوہ سنن کبریٰ، مسند احمد، ابن



ماجد، مسند طرابلسی، بیہقی، نسائی، دارمی وغیرہ میں امام شافعی، قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن آدم، ابو نعیم فضل بن دکن، کوئچ بن الجراح، محمد بن یوسف القریابی، عبدالرزاق بن ہمام، حمیدی، سعید بن عبدالرحمن الحکمری، شعبہ، ابوعوانہ، زہیر بن معاویہ، سلام بن سلیم، عنبسہ بن سعید، عبدالواحد بن زیاد، خالد بن عبداللہ الواسطی، بشر بن المفضل، زائدہ بن قدامہ، اسحاق بن ابراہیم وغیرہ نے روایت کیا ہے؛ لیکن مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے علی صدرہ (سینہ پر ہاتھ باندھنے) کی زیادتی نہیں کی؟۔

(ملتی اہل الحدیث)

**دلیل سوم:** سنابلی صاحب نے تحریف کی دوسری دلیل یہ دی ہے کہ: جن نسخوں میں یہ زیادتی ہے، ان کے بارے میں معلوم نہیں، کہ اصل سے ان کا مقابلہ ہوا یا نہیں؟ اور ان کے ناقل ثقہ ہیں یا غیر ثقہ؟

(انوار البدر ص ۳۳۹، ۳۶۵)

**جواب:** سنابلی صاحب! کیا اصل سے مقابلہ ہونا اتنا بڑا جرم ہے، جس کو تحریف کی دلیل بنالیا جائے، صرف آپ نہیں؛ بل کہ شاید ہر پڑھا لکھا شخص بھی ہندوستان؛ بل کہ پورے برصغیر کی کتابوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوگا کہ نسخوں کا ذکر، اس کی وضاحت، تعارف یہ سب ماقبل میں نہیں ہوتا تھا، یہ تو صرف چند عشروں سے ایسا ہو رہا ہے، ورنہ مطبع نولکھور، مطبع مصطفائی، مطبع جتپائی اور دیگر مطابع سے حدیث و فقہ اور دیگر فنون کی ہزاروں کتابیں چھپیں، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان ساری کتابوں میں اور آپ نے اپنی کتاب میں جن کتب کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے کتنی کتابوں کے محقق نے وضاحت کی ہے، کہ اس کے فلاں فلاں نسخے فلاں فلاں مقام پر ملے، اور میرا طریقہ تحقیق یہ ہے اور وہ ہے؟۔ اگر اصل سے مقابلہ نہ ہونا اور عدم وضاحت سے ان پر کوئی الزام نہیں آتا تو پھر ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے یہ ناشرین و ناخنیں کیوں اتنے بڑے مجرم ہو گئے؟ آپ نے اپنی کتاب میں جن کتب کا حوالہ دیا ہے کیا ہر کتاب کے ناخن و ناشر وغیرہ کی ثقاہت مضبوط اور محسوس حوالوں سے ثابت کر سکتے ہیں؟

**دلیل سوم:** سنابلی صاحب نے تحریف کی تیسری دلیل یہ دی ہے کہ: اس حدیث کے فوراً بعد ابراہیم نخعی کا اثر ہے، شاید ناخن نے اسے حدیث مرفوع سمجھ لیا ہو؟

(انوار البدر ص ۳۵۱)

**جواب:** سنابلی صاحب! کیا صرف ایک احتمال کی وجہ سے کسی ناقل کو تحریف اور حدیث کو تحریف شدہ کہہ کر انکار کیا جاسکتا ہے؟

**دلیل چہارم:** سنابلی صاحب نے تحریف کی چوتھی دلیل یہ دی ہے کہ: (قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ جیسے عظیم محدث کی نظر پڑنے کے پونے تین سو سال بعد) علامہ حیات سندھی متوفی ۱۱۶۳ھ (جو بقول عبدالرشید نعمانی شیعہ اور بقول حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد تھے) [دراسات السبب للنعمانی، اہل حدیث ایک صفاتی نام] (اور پونے چار سو سال بعد) علامہ مبارکپوری کو یہ حدیث نہیں مل سکی؟۔

(انوار البدر ص ۳۲۸، تفتہ لاؤ حذی ۵۸۲)

**جواب:** سنابلی صاحب! علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری وغیرہ کو ائمہ ثلاثہ کا ”علی الصدر“ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے والا قول بھی تو نہیں مل سکا تھا، ورنہ یہ حضرات مسالک کو بیان کرتے وقت ضرور اس کا ذکر کرتے۔ پھر آپ نے کیوں ان کی بات تسلیم نہیں کی اور آگے صفحہ ۴۷۳ پر لکھ مارا کہ: ائمہ ثلاثہ کا ایک ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے۔

اگر علامہ حیات سندھی اور حافظ عبدالرحمن مبارکپوری وغیرہ کی بات قابل التفات ہے، تو حافظ قاسم بن قطلوبغا، شیخ ابوطیب مدنی سندھی، شیخ قائم سندھی، شیخ ہاشم سندھی اور شیخ عابد سندھی وغیرہ کی خبر کیوں لائق التفات نہیں، جس کی صراحت ”تخریج احادیث الاختیار، شرح ترمذی، فوز الکرام، التعلیق الحسن علی آثار السنن، طوابع الانوار شرح در مختار، تحفۃ الاحوذی ۵۸۲، انوار البدر ص ۳۵۰“ میں موجود ہے۔

**دلیل پنجم:** سنابلی صاحب نے تحریف کی پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ: اکابر علماء احناف علامہ عینی، ابن ہمام، علامہ زبیری، ابن الترمذی، علامہ نیموی، علامہ کشمیری وغیرہ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا؟

(انوار البدر ص ۳۲۸)

**جواب:** محترم سنابلی صاحب! جب احناف دونوں نسخوں کو مانتے ہیں، جس میں ”تحت السرة“ کی زیادتی ہے، اسے بھی، اور جس میں نہیں ہے، اسے بھی۔ تو جس کے پاس پہلا نسخہ تھا اس نے زیادتی کا ذکر نہیں کیا۔ کیا اتنی سی بات کی وجہ سے تحریف کا الزام لگایا جاسکتا ہے؟ کیا کسی مکتب فکر کے بعض علماء کا کسی حدیث کو ذکر نہ کرنے کی وجہ سے اس حدیث کا محرف، غلط اور بے اصل ہونا لازم آتا ہے؟

اگر ہاں تو پھر پہلے ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے صریحاً ”علی الصدر“ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قول کی نفی کر دیجئے، اور یہ اقرار کیجئے کہ امام ابو حنیفہ سمیت ائمہ ثلاثہ کا مسلک بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کا نہیں تھا، اس کے بعد یہ اعتراض کیجئے، اس لئے کہ بشمول اکابر غیر مقلدین علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری، دیگر مصنفین کتب اور ائمہ نے ائمہ ثلاثہ کی طرف سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت نہیں کی ہے۔ اگر ائمہ ثلاثہ کا کوئی قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہوتا

تو وہ حضرات ضرور نقل کرتے۔

سنائی صاحب! کیسے آپ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ احناف کے پاس اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ جب کہ آپ کے شیخ حیات سندھی (اہل حدیث ایک صفاتی نام ص ۱۲۸)، جن کی عبارت پر آپ کی پوری بحث کا مدار ہے، وہ اپنے رسالہ میں جوش عابد سندھی کے رد میں ہے، کہتے ہیں: لیس غرضی انہم لیس لہم دلیل قوی مثبت لمدعاہم بل لہم دلیل قوی ثبت عندہم ولم یصل الینا ولا یلزم من عدم الوصول عدم عندہم۔ یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ احناف کے پاس اپنے موقف ناف کے نیچے باندھنے پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے؛ بل کہ ان کے پاس اپنے موقف کے ثبوت پر قوی دلیل ہے؛ لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچی، اور ہم تک اس مضبوط دلیل کے نہ پہنچنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تک بھی نہ پہنچی ہو۔

”درة فی اظہار غش نقد الصرة“ میں لکھتے ہیں: لا یلزم من ضعف هذا الدلیل ضعف قول الامام لانه ما قاله الا عن دلیل ثبت عندہ وان خفی علینا ذلک۔ یعنی (عابد سندھی کے رسالہ میں ذکر کردہ) دلیل کے کمزور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابو حنیفہ کا قول کمزور ہو، اس لئے کہ انہوں نے یہ بات دلیل کے بغیر نہیں کہی ہوگی، اگرچہ وہ دلیل ہم پر پوشیدہ ہو۔

سنائی صاحب! احناف پر تحریف جیسے گھناؤنے جرم کا الزام لگانے سے پہلے آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ”سینہ پر“ یا ”ناف کے نیچے“ ہاتھ باندھنے کا مسئلہ احناف کے یہاں صرف رائج مرجوح، افضل مفضول اور استحباب و عدم استحباب کا ہے، اور نماز بہر صورت ہو جاتی ہے؟ اور راحیت و افضلیت کو ثابت کرنے کے لئے کوئی حدیث رسول میں تحریف جیسا گھناؤنے جرم کا ارتکاب نہیں کر سکتا؟۔

آپ احناف کو کحرف، خائن، ہٹ دھرم وغیرہ ثابت کرنے اور لوگوں کو مسلک احناف سے برگشتہ کرنے کے لئے ۳۱۰ سے ۳۶۸ تک مکمل ۵۸ صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے، لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ اگر مسئلہ حلال و حرام، جائز ناجائز وغیرہ کا ہوتا، تو شاید..... شاید..... شاید کوئی احناف پر آپ کے اس الزام؛ بل کہ بہتان پر کان دھرتا؛ لیکن.....

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے بعض نسخوں میں ”تحت السرة“ (ناف کے نیچے) کے الفاظ نہ ہونے کی وجہ سے صریحاً تحریف کہہ کر انکار کر دینا صحیح نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو بکر اور امیر ایم خنی رضی اللہ عنہم کی روایات و آثار اس کے مؤید ہوں، اور صحابہ کرام و تابعین عظام کا اس کے مطابق عمل بھی ہو، تاہم بالکل یہ صرف اسی پر اعتماد کر لینا بھی راقم کی نظر میں صحیح نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تنبیہ: غالباً سنائی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

### باب سوم: اقوال اہل علم

#### باب سوم: اقوال اہل علم

#### تابعین کے اقوال

#### (امام ابو حنیفہ سے عداوت)

سنائی صاحب ”باب سوم“ [اقوال اہل علم] صفحہ ۳۷۱ سے ۵۵۱ میں ”تابعین کے اقوال“ کے تحت لکھتے ہیں کہ: لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ

(احناف، ناقل) لوگ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی کہتے ہیں (جو غلط ہے).....

جواب: سنائی صاحب! آپ کا یہ دعویٰ بھی پہلے دعویٰ کی طرح جھوٹ، خیانت، دھوکہ، فراڈ، بہتان، تعصب اور امام ابو حنیفہ سے عداوت و بدظنی پر مبنی ہے؛

اس لئے کہ امام ابو حنیفہ ذی الحجہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں اس وقت پیدا ہوئے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک سے جن لوگوں کی

آنکھیں روشن ہوئی تھیں، ان میں سے چند بزرگ مثلاً انس بن مالک متوفی ۹۱-۹۲-۹۳ھ، عبد اللہ بن ثعلبہ متوفی ۸۹ھ، سہل بن سعد متوفی ۸۸-۹۱ھ، وائلہ بن اسقع

متوفی ۸۵-۸۶ھ، ابوامامہ باہلی متوفی ۸۶ھ، عبد اللہ بن ابی اونی متوفی ۸۷-۸۸ھ، عبد اللہ بن الحارث متوفی ۸۵-۸۶-۸۷ھ، سعد بن سہل متوفی ۱۰۱ھ

وغیرہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، جن میں سے بعض کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے؛ اسی وجہ سے اکثر محدثین مؤرخین مثلاً حافظ ذہبی، علامہ ابن حجر

عسقلانی، علامہ یحییٰ، علامہ سیوطی، خطیب بغدادی، ابن الجوزی، علامہ ابن عبد البر، علامہ ابن سعد، امام نووی، حافظ عراقی، دارقطنی، علامہ ابن حجر مکی، ملا علی قاری، علامہ

قسطلانی اور محمد ابن اسحاق وغیرہ نے صریحاً آپ کی روایت کا اقرار کیا ہے: آپ کی تسکین کی خاطر چند عبارتیں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

”تہذیب العہدیب“ ۴۳۹/۱۰ میں ہے: ۸۱ [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ”قادی بن حجر“ میں ہے: انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة. امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کوفہ میں پایا (بحوالہ التعليق الممجّد ۱۲۳/۱)۔ ”تاریخ بغداد“ ۳۳۲/۱۵ نمبر ۲۳۹/۷ میں ہے: النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی امام اصحاب الرأي و فقیہ اهل العراق رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”طبقات الحفاظ للسيوطی“ ۸۰/۱۵۶ نمبر ۱۵۶ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت التیمی الکوفی، فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي و قيل انه من ابناء فارس، رأى أنسا. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الکاشف“ ۳۲۲/۲ نمبر ۲۲۲ میں ہے: النعمان بن ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفة فقیہ العراق .... رأى أنسا [ت، س]. عراق کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”سیر اعلام النبلاء“ ۳۹۰/۶ نمبر ۱۲۳/۱۵ میں ہے: [ت، س] الامام، فقیہ الملة، عالم العراق، ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی ولد سنة ثمانين في حياة صفار الصحابة و رأى انس بن مالک لما قدم عليهم الكوفة. طے کے فقیہ عراق کے عالم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صفار صحابہ کی زندگی میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”تاریخ الاسلام“ ۳۰۶/۹ میں ہے: الامام العلم ابو حنیفة الکوفی الفقیہ .... ولد سنة ثمانين و رأى انس بن مالک غير مرة بالكوفة اذا قدمها أنسا. امام ابو حنیفہ کوئی فقیہ ..... ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی آمد پر کوفہ میں ایک سے زائد بار زیارت کئے۔ ”مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبہ“ ۱۲/۱۸ میں ہے: ولد رضى الله عنه وارضاه .... في سنة ثمانين في خلافة عبد الملك بن مروان بالكوفة و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضى الله عنهم و كان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان فانه صح ان رأى انس بن مالک اذا قدمها انس رضى الله عنه. ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وارضاه ۸۰ ہجری میں عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت باحیات تھی، اور ان شاء اللہ اچھے تابعین میں سے ہیں، اس لئے صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”جامع بيان العلم وفضله“ ۲۰۳/۱۲ نمبر ۳۲۱۶ میں ہے: قال أبو عمر: ذکر محمد بن سعد الواقدي أن أباحنیفة رأى انس بن مالک و عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي. ابو عمر علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ: واقدي کے کاتب محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن الحارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ ”تہذیب الکمال“ ۴۹/۲۱۸ میں ہے: [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي ... رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے ..... حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الفهرست لابن ندیم“ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت ..... و كان من التابعين لقي من عدة من الصحابة. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ..... تابعین میں سے ہیں، چند صحابہ کرام سے آپ نے ملاقات کی (المقالة السادسة ۲۵۱/۱)۔ ”العلل المتناهية في الأحاديث الواهية“ ۱۲۸/۱۹۶ نمبر ۱۹۶ میں ہے: قال الدارقطني أبو حنیفة لم يسمع من أحد من الصحابة، انما رأى انس بن مالک بعينه. دارقطني کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے کچھ نہیں سنا، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”معانی الأخبار“ ۱۲۲/۳ میں ہے: كان أبو حنیفة رضى الله عنه من سادات التابعين، رأى انس بن مالک. امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سادات تابعین میں سے ہیں، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”مرآة الجنان و عبرة اليقظان“ ۲۳۲/۱ میں ہے: الامام أبو حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی مولده سنة ثمانين رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”منازل الائمة الاربعة“ ۱۶۸/۱ میں ہے: قد كان في أيام أبي حنیفة اربعة من الصحابة انس بن مالک، عبد الله بن ابي اوفى الانصاري، ابو الطفيل عامر بن واثلة، وسهل بن سعد الساعدي و جماعة من التابعين كالشعبي و النخعي و علي بن الحسين و لم يأخذ ابو حنیفة عنهم ..... و رأى انس بن مالک سنة خمس و تسعين و سمع منه. امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ حضرت انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفی انصاری، ابو الطفیل عامر بن واثلة، سہل بن سعد ساعدی اور تابعین کی ایک جماعت مثلاً امام شعیب، نخعی اور علی بن حسین موجود تھے، ان سے امام نے کچھ علم حاصل نہیں کیا ..... ۹۵ ہجری میں حضرت انس بن مالک کی زیارت سے فیضیاب ہوئے اور ان سے (حدیث) تخی۔ ”البدایة و النہایة“ ۱۱۴/۱۰ میں ہے: الامام ابو حنیفة و اسمه النعمان بن ثابت التیمی مولاهم الکوفی ..... لانه ادرك عصر الصحابة و رأى انس بن مالک و قيل و غيره. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے صحابہ کا زمانہ پایا اور حضرت انس بن مالک کو اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دیکھا۔ ”الضوء الاعم المبین عن مناهج المحدثين“ ۲۳۹/۱ میں ہے: لقي الامام

”تہذیب العہد“ ۱۰/۳۹۹ میں ہے: ۸۱ [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ ”قادی بن حجر“ میں ہے: انه ادرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة. امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کوفہ میں پایا (بحوالہ التعليق الممجّد ۱۲۳/۱)۔ ”تاریخ بغداد“ ۱۵/۳۳۲ نمبر ۲۳۹/۷ میں ہے: النعمان بن ثابت ابو حنیفة التیمی امام اصحاب الرأي و فقیہ اهل العراق رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”طبقات الحفاظ للسيوطی“ ۸۰/۱۵۶ نمبر ۱۵۶ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت التیمی الکوفی، فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي و قيل انه من ابناء فارس، رأى أنسا. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الکاشف“ ۳۲۲/۲ نمبر ۲۲۲ میں ہے: النعمان بن ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفة فقیہ العراق .... رأى أنسا [ت، س]. عراق کے فقیہ ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”سیر اعلام النبلاء“ ۶/۳۹۰ نمبر ۱۲۳ میں ہے: [ت، س] الامام، فقیہ الملة، عالم العراق، ابو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی التیمی الکوفی ولد سنة ثمانين في حياة صفار الصحابة و رأى انس بن مالک لما قدم عليهم الكوفة. طے کے فقیہ عراق کے عالم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت صفار صحابہ کی زندگی میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، اور حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”تاریخ الاسلام“ ۳۰۶/۹ میں ہے: الامام العلم ابو حنیفة الکوفی الفقیہ .... ولد سنة ثمانين و رأى انس بن مالک غير مرة بالكوفة اذا قدمها أنسا. امام ابو حنیفہ کوئی فقیہ ..... ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی آمد پر کوفہ میں ایک سے زائد بار زیارت کئے۔ ”مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبہ“ ۱۲/۱۸ میں ہے: ولد رضى الله عنه وارضاه .... في سنة ثمانين في خلافة عبد الملك بن مروان بالكوفة و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضى الله عنهم و كان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان فانه صح ان رأى انس بن مالک اذا قدمها انس رضى الله عنه. ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وارضاه ۸۰ ہجری میں عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے، اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت باحیات تھی، اور ان شاء اللہ اچھے تابعین میں سے ہیں، اس لئے صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا جب وہ کوفہ آئے۔ ”جامع بيان العلم وفضله“ ۲۰۳/۱ نمبر ۳۲۱۶ میں ہے: قال أبو عمر: ذکر محمد بن سعد الواقدي أن أباحنیفة رأى انس بن مالک و عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي. ابو عمر علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ: واقدي کے کاتب محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن الحارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ ”تہذیب الکمال“ ۲۹/۴۱۸ میں ہے: [ت، س] النعمان بن ثابت التیمی ابو حنیفة الکوفی ... فقیہ اهل العراق و امام اصحاب الرأي ... رأى انس بن مالک. اصحاب الراے کے امام اور عراق والوں کے فقیہ ابو حنیفہ نے ..... حضرت انس بن مالک کو دیکھا۔ ”الفهرست لابن ندیم“ میں ہے: ابو حنیفة النعمان بن ثابت ..... و كان من التابعين لقي من عدة من الصحابة. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ..... تابعین میں سے ہیں، چند صحابہ کرام سے آپ نے ملاقات کی (المقالة السادسة ۲۵۱/۱)۔ ”العلل المتناهية في الأحاديث الواهية“ ۱۲۸/۱۹۶ نمبر ۱۹۶ میں ہے: قال الدارقطني أبو حنیفة لم يسمع من أحد من الصحابة، انما رأى انس بن مالک بعينه. دارقطني کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرام سے کچھ نہیں سنا، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”معاني الأخبار“ ۱۲۲/۳ میں ہے: كان أبو حنیفة رضى الله عنه من سادات التابعين، رأى انس بن مالک. امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سادات تابعین میں سے ہیں، حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”مرآة الجنان و عبرة اليقظان“ ۲۳۲/۱ میں ہے: الامام أبو حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی مولده سنة ثمانين رأى أنسا. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت انس بن مالک کی زیارت کی۔ ”منازل الائمة الاربعة“ ۱۶۸/۱ میں ہے: قد كان في أيام أبي حنیفة اربعة من الصحابة انس بن مالک، عبد الله بن ابي اوفى الانصاري، ابو الطفيل عامر بن وائلة، وسهل بن سعد الساعدي و جماعة من التابعين كالشعبي و النخعي و علي بن الحسين و لم يأخذ ابو حنیفة عنهم ..... و رأى انس بن مالک سنة خمس و تسعين و سمع منه. امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں چار صحابہ حضرت انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفی انصاری، ابو الطفیل عامر بن وائلہ، سہل بن سعد ساعدی اور تابعین کی ایک جماعت مثلاً امام شعیب، نخعی اور علی بن حسین موجود تھے، ان سے امام نے کچھ علم حاصل نہیں کیا ..... ۹۵ ہجری میں حضرت انس بن مالک کی زیارت سے فیضیاب ہوئے اور ان سے (حدیث) تخی۔ ”البدایة و النہایة“ ۱۱۴/۱۰ میں ہے: الامام ابو حنیفة و اسمه النعمان بن ثابت التیمی مولاهم الکوفی ..... لانه ادرك عصر الصحابة و رأى انس بن مالک و قيل و غيره. امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نے صحابہ کا زمانہ پایا اور حضرت انس بن مالک کو اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دیکھا۔ ”الضوء الاعم المبین عن مناهج المحدثين“ ۲۳۹/۱ میں ہے: لقي الامام

اور اسی طرح ابو جعفر لا حق بن حمید نے کہا ہے اور اس بارے میں سب سے صحیح سعید بن جبیر اور ابو جعفر کا قول ہے۔

(السنن الكبرى للبيهقي ٤/٢٤٢ بحوالہ انوار البدر ص ٣٤١)

**جواب:** سنابلی صاحب! امام بیہقی نے کوئی سند نقل کی ہے؟ وہ بھی لکھ دیجئے۔ اور یہ بھی بتا دیجئے کہ جب حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کا ایک قول ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا تھا تو محدثین اور فقہاء نے اسے نقل کیوں نہیں کیا؟ بلکہ آپ کے وہی علامہ حیات سندھی۔ جن کے حوالہ سے آپ نے احناف پر تحریف کا الزام لگایا ہے۔ فرماتے ہیں: مذہب ابی مجلز هو الوضع أسفل السرة۔ یعنی حضرت ابو جعفر کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کا ہے۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ آگے: ”وجاء ذلك عنه بسند جيد“ کہہ کر اس کی مضبوطی کو بھی بتا دیا۔

کیوں سنابلی صاحب! آپ کے علامہ حیات سندھی جس کی سند کو ”سند جيد“ کہیں اسے مانا جائے گا یا کسی ایسی بات کو جس کی سند ہی مذکور نہ ہو؟ اور اگر بقول شما ”فوق السرة“ والی بات تسلیم ہی کر لیجائے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ناف کے نیچے اور اوپر میں کوئی زیادہ فرق نہیں، جس کی وجہ سے ناقلین نے ناف سے نیچے کو ناف سے اوپر محمول کر لیا؟ کیا ایک باسند اثر کو بغیر کسی معقول وجہ کے صرف احتمال سے ترک کیا جاسکتا ہے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہی تھا، اور یہ اثر حضرت وائل بن حجر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات کا مؤید بھی ہے۔ اور سنابلی صاحب کا ”فوق السرة“ (ناف سے اوپر) والی روایت کی طرف اشارہ کر کے ”تحت السرة“ (ناف کے نیچے) والی روایت) کا انکار کر دینا صحیح نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ دوسرے حضرات حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہی بتاتے ہوں۔

**تنبیہ:** غالباً سنابلی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

### تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول

حدثنا وكيع، عن ربيع، عن أبي معشر، عن ابراهيم، قال: يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة. ابراهيم نخعي رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة. سلفية: ١/٣٩٠ وأخرجہ محمد بن الحسن الشيباني في الآثار: ١/٢٢٢ من طريق ربيع بن صبيح به، انوار البدر ص ٣٤٢)

سنابلی صاحب ص ٣٤٢ پر اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ ابراہیم نخعی سے ثابت ہی نہیں کیوں کہ اس کی سند میں ربيع بن صبيح ہے بعض نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن بعض نے اس پر جرح بھی کی ہے۔ آگے صفحہ ٣٤٢ پر لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی سے مروی کسی بھی قول کی سند صحیح نہیں ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! بعض کے جرح کر دینے سے یہ روایت غیر ثابت اور ردی کی ٹوکری میں چلی گئی؟۔ [ضعیف ہے، یہ حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں، غلطی کرتے تھے اور محدثین ان کی حدیث میں اختلاف کرتے تھے، ضعیف کہا جاتا ہے، بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، غلطی کرتے تھے، بعض چیزوں میں غلطی کرتے ہیں، منکر ہیں اور ثقہ سے مناکیر بیان کرتے ہیں، سچے اور زیادہ غلطیاں کرنے والے ہیں، جمہور نے تضعیف کی ہے، سچے اور برے حافظہ والے ہیں، جیسے [جرح کے الفاظ منقول ہونے کے باوجود، سینہ پر ہاتھ باندھنے والی مؤمل بن اسماعیل کی حدیث ضعیف نہیں ہوئی؛ بلکہ بلا شک و شبہ صحیح اور ثابت ہی رہی (انوار البدر ص ١٣٢-١٤١)۔ لیکن ربيع بن صبيح کے بارے میں ”كان ضعيفا في الحديث“ (یہ حدیث میں ضعیف تھا) ”ضعيف جدا“ (تخت ضعیف ہے)، منقول ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم نخعی کا یہ اثر ایسا غیر ثابت اور ناقابل استدلال ہو گیا؟ ائمہ اسماء الرجال نجی بن معین، امام احمد، امام ابو زرعہ، امام شعبہ اور علامہ ذہبی کے قول ”ثقة، لا بأس به، شيخ صالح صدوق، من سادات المسلمين، العابد الامام كبير الشأن، للربيع احاديث سالحة مستقيمة، أرجو أنه لا بأس به وبرواياته“ کی کوئی حیثیت ہی نہیں؟

(سير أعلام النبلاء ٦/٦٥٤ نمبر ١٠٨٨ الطقة السادسة من التابعين، الجرح والتعديل ٣/٢٥٨ نمبر ٢٠٨٣، الكامل لابن عدى ٣/٣٨ نمبر ٦٥٢)

آخر یہ دو الگ الگ بیان کیوں؟ کیا صرف اس لئے کہ وہ حدیث آپ کی مستدل تھی اور یہ احناف کی؟۔

### (سنابلی صاحب کی خود غرضی)

سنابلی صاحب ص ٣٤٣ پر لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تحت السرة کی بات ثابت نہیں ہے اسی لئے امام ابن عبد البر نے کہا:

وروي ذلك عن علي وأبي هريرة والنخعي ولا يثبت ذلك عنهم.

اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بات علی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی سے منقول ہے لیکن یہ بات ان لوگوں سے ثابت نہیں ہے۔ [التمهيد لعامی

**جواب:** سنابلی صاحب! ذرا نظر اٹھا کر اسی سطر کے اوپر والی سطر دیکھئے، یہی امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ: وقال الثوري وابو حنيفة واسحاق اسفل السرة. امام سفیان ثوری، ابو حنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے۔

آپ نے کیوں ص ۶۸-۶۹ پر لکھ دیا کہ سفیان ثوری کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا نہیں ہے، اور ان کی طرف اس کی نسبت کرنا جھوٹ، من گھڑت اور بہتان ہے۔ کیا وہاں امام ابن عبدالبر صریحاً سفیان ثوری کا مسلک ناف کے نیچے نہیں بتا رہے ہیں؟ یا بر بنائے تعصب و عناد یہ عبارت نظری نہیں آئی؟ یا آئی لیکن یہود بے بہود کی طرح

بٹھا بٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو؟

سنابلی صاحب! وہاں تو آپ نے سفیان ثوری کی طرف تحت السرة کی نسبت کرنے والوں کی بات کو جھوٹ، من گھڑت اور بہتان قرار دیا تھا؛ اب ذرا امام ابن عبدالبر کے بارے میں بھی اپنا قول فیصل سنا دیجئے؟ اس لئے کہ وہی جرم ابن عبدالبر بھی یہاں کر رہے ہیں اور سفیان ثوری کی طرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نسبت کر رہے ہیں۔

اور ہاں اپنا فیصلہ سنانے کے بعد یہ بھی ضرور بتا دیجئے گا کہ کیا آپ کے دھرم میں جھوٹے، باتیں گھڑنے والے اور بہتان لگانے والے کی بات بھی حجت اور قابل استدلال ہوتی ہے؟۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خنی رحمہ اللہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہی تھا، اور یہ اثر حضرت وائل بن حجر، حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایات کا مؤید بھی ہے۔ اور سنابلی صاحب کا رمج بن صبیح پر معمولی جرح کی وجہ سے اس اثر کی صحت کا انکار کر دینا صحیح نہیں۔  
**تنبیہ:** غالباً سنابلی صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر نقل نہیں کیا ہے۔

### انہ اربعہ کے اقوال

#### (انہ ثلاثہ کی طرف غلط اور جھوٹی نسبت)

اس عنوان کے تحت سنابلی صاحب ص ۳۷۴ پر لکھتے ہیں کہ: تیوں انہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں جن میں سے ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنا بھی ہے۔

**جواب:** سنابلی صاحب! کس کتاب میں ان انہ کے یہ اقوال مروی ہیں، ذرا ان کا حوالہ تو دیتے؟ کیسے آپ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول سینے پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے؟ کیا شوافع کی کتابوں میں سے

(۱) مختصر المزنی ۸/۱۰۷

(۲) الباب فی الفقہ الشافعی ۱/۱۰۱

(۳) الاقناع للماوردی ۱/۳۸

(۴) الحاوی الکبیر ۲/۱۰۰

(۵) التنبیہ فی الفقہ الشافعی ۱/۳۰

(۶) المہذب فی فقہ الامام الشافعی للشیرازی ۱/۱۳۶

(۷) نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب ۲/۱۳۶

(۸) الوسیط فی المذہب ۲/۱۰۰

(۹) حلۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء ۲/۸۲

(۱۰) البیان فی مذہب الامام الشافعی ۲/۱۷۵

(۱۱) المجموع شرح المہذب ۳/۳۱۳

(۱۲) بروضة الطالبین وعمدة المفتین ۱/۲۳۲

حاجہ کی کتابوں میں سے

- (۱) شرح أخصر المختصرات [باب صفة الصلاة] ۳/۷۰.
  - (۲) شرح زاد المستقبح للحمد ۲۸/۵.
  - (۳) الكافي في فقه الإمام أحمد ۲۳۳/۱.
  - (۴) المغنی لابن قدامة ۳۴۱/۱.
  - (۵) عمدة الفقه ۲۳/۱.
  - (۶) العدة شرح العمدة ۷۷/۱.
  - (۷) المحرر فی الفقه علی مذهب الإمام أحمد بن حنبل ۵۳/۱.
  - (۸) الفروع ونصحيح الفروع ۱۶۸/۲.
  - (۹) شرح الزرکشی علی مختصر العرقی ۵۴۲/۱ نمبر ۳۵۸.
  - (۱۰) المبدع فی شرح المقنع ۳۸۱/۱.
  - (۱۱) الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف للمرداوی ۳۶۲/۲.
  - (۱۲) الاقناع فی فقه الإمام أحمد بن حنبل ۱۱۳/۱.
  - (۱۳) الأوسط فی السنن والایجام والاختلاف ۹۳/۳ نمبر ۱۲۸۹.
- فدما کی کتابوں میں سے:

- (۱) المدونة ۱۶۹/۱.
- (۲) البیان والنحیل ۳۹۵/۱.
- (۳) جامع الامہات ۹۳/۱.
- (۴) ارشاد السالک ۱۷/۱.
- (۵) القوانين الفقهية ۴۳/۱.

وغیرہ آپ کی نظر سے نہیں گذری؟ کیا ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں آپ اپنا دعویٰ دکھا سکتے ہیں؟ آخر ان کتابوں میں ان ائمہ کا وہ قول کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ جب کہ یہ کتابیں انہیں کے فقہی مسائل و مسائل پر لکھی گئی ہیں؟ سنابلی صاحب! آپ نے ص ۲۳۳ اور آپ کے تقریظ نگار ابو زید ضمیر صاحب نے ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ (فوق السرة) ”ناف سے اوپر“ کا مطلب ہے سینہ پر ہاتھ باندھنا۔ اس سلسلہ میں مولانا تھانوی کی عبارت کے علاوہ قرآن و حدیث سے کوئی صریح دلیل بھی آپ کے پاس ہے؟ جب امام احمد کا ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا ہے، تو انہوں نے اس کو کمرہ کیوں قرار دیا؟ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب ان ائمہ سے ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے، تو آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری نے اقوال شمار کرتے ہوئے اس قول کو (جو کہ ان حضرات اور آپ کے مطلب کا بھی تھا) کیوں نظر انداز کر دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس وقت ان ائمہ کا یہ قول ان سے ثابت ہی نہیں تھا؛ بلکہ جب آپ کتاب لکھنا شروع کئے اس وقت ان کا ایک قول یہ بھی ہو گیا؟ کیا کسی ایک کتاب یا دوسرے مسلک کی کتاب کی عبارت دیکھ کر فیصلہ کر دیا جاتا ہے؟

(دیکھئے فتح المغفور، تحفۃ الاحوذی ۷۴/۲)

واضح رہے کہ ”الخلاصة ۷۸“ کی عبارت بحوز قبضہما علی الصدر فی النفل“ اور اسی طرح ”شرح مختصر التبریزی“ اور ”ہدایہ“ وغیرہ کی عبارت مرجوح، اکثر کتابوں کے خلاف اور دوسرے مسلک کی ہونے کی بنا پر غیر مقلدین کے لئے چنداں مفید نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ اس مذہب کے قہمیں اس کا انکار کرتے ہوں یا سینہ پر باندھنے کے علاوہ دوسری صورت کو رائج اور صحیح کہتے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کوئی بھی امام سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں اور نہ ہی کسی کا یہ مسلک ہے؛ بلکہ بقول علامہ عبدالرحمن مبارکپوری:

(۱) امام ابو حنیفہ کا مسلک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔

حاجہ کی کتابوں میں سے

- (۱) شرح أخصر المختصرات [باب صفة الصلاة] ۳/۷۰.
  - (۲) شرح زاد المستقبح للحمد ۲۸/۵.
  - (۳) الكافي في فقه الإمام أحمد ۲۳۳/۱.
  - (۴) المغنی لابن قدامة ۳۴۱/۱.
  - (۵) عمدة الفقه ۲۳/۱.
  - (۶) العدة شرح العمدة ۷۷/۱.
  - (۷) المحرر في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل ۵۳/۱.
  - (۸) الفروع ونصحيح الفروع ۱۶۸/۲.
  - (۹) شرح الزركشي على مختصر العرقی ۵۴۲/۱ نمبر ۳۵۸.
  - (۱۰) المبدع في شرح المقنع ۳۸۱/۱.
  - (۱۱) الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف للمرداوی ۳۶۲/۲.
  - (۱۲) الاقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل ۱۱۳/۱.
  - (۱۳) الأوسط في السنن والایجام والاختلاف ۹۳/۳ نمبر ۱۲۸۹.
- فدما کی کتابوں میں سے:

- (۱) المدونة ۱۶۹/۱.
- (۲) البیان والنهیل ۳۹۵/۱.
- (۳) جامع الامہات ۹۳/۱.
- (۴) ارشاد السالک ۱۷/۱.
- (۵) القوانين الفقهية ۴۳/۱.

وغیرہ آپ کی نظر سے نہیں گذری؟ کیا ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں آپ اپنا دعویٰ دکھا سکتے ہیں؟ آخر ان کتابوں میں ان ائمہ کا وہ قول کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ جب کہ یہ کتابیں انہیں کے فقہی مسائل و مسائل پر لکھی گئی ہیں؟ سنائی صاحب! آپ نے ص ۲۳۳ اور آپ کے تقریظ نگار ابو زید ضمیر صاحب نے ص ۵۲ پر لکھا ہے کہ (فوق السرة) "ناف سے اوپر" کا مطلب ہے سینہ پر ہاتھ باندھنا۔ اس سلسلہ میں مولانا تھانوی کی عبارت کے علاوہ قرآن و حدیث سے کوئی صریح دلیل بھی آپ کے پاس ہے؟ جب امام احمد کا ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا تھا ہے، تو انہوں نے اس کو کمرہ کیوں قرار دیا؟ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتے چلیں کہ جب ان ائمہ سے ایک قول سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بھی ہے، تو آپ کے علامہ حیات سندھی اور علامہ مبارکپوری نے اقوال شمار کرتے ہوئے اس قول کو (جو کہ ان حضرات اور آپ کے مطلب کا بھی تھا) کیوں نظر انداز کر دیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس وقت ان ائمہ کا یہ قول ان سے ثابت ہی نہیں تھا؛ بلکہ جب آپ کتاب لکھنا شروع کئے اس وقت ان کا ایک قول یہ بھی ہو گیا؟ کیا کسی ایک کتاب یا دوسرے مسلک کی کتاب کی عبارت دیکھ کر فیصلہ کر دیا جاتا ہے؟

(دیکھئے فتح المغفور، تحفۃ الاحوذی ۷۴/۲)

واضح رہے کہ "الخلاصة ۷۸" کی عبارت يجوز قبضهما على الصدر في النفل اور اسی طرح "شرح مختصر التبریزی" اور "ہدایہ" وغیرہ کی عبارت مرجوح، اکثر کتابوں کے خلاف اور دوسرے مسلک کی ہونے کی بنا پر غیر مقلدین کے لئے چنداں مفید نہیں، خصوصاً ایسے وقت جب کہ اس مذہب کے قہمیں اس کا انکار کرتے ہوں یا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے علاوہ دوسری صورت کو رائج اور صحیح کہتے ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کوئی بھی امام سینہ پر ہاتھ باندھنے کا قائل نہیں اور نہ ہی کسی کا یہ مسلک ہے؛ بلکہ بقول علامہ عبدالرحمن مبارکپوری:

(۱) امام ابو حنیفہ کا مسلک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے۔



## (سنابلی صاحب کی کذب بیانیوں اور فریب کاریوں کا خلاصہ)

- (۱) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی کہ نماز میں حالت قیام میں سینہ پر ”ہی“ ہاتھ باندھا جائے۔  
جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۲) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”احناف کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، حالانکہ ان کے اس موقف پر کوئی ایک بھی صحیح صریح مرفوع مسند روایت ذخیرہ حدیث میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔“ جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۳) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”(احناف کے موقف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے سلسلہ میں) بعض صحابہ کی طرف جو روایات منسوب ہیں وہ بھی سخت ضعیف اور مردود ہیں۔“  
جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اللہ اور اس کے رسول نے خصوصی دواجی حکم دے رکھا ہے۔ جب کہ یہ جھوٹ ہے۔
- (۵) کتاب کے مقدمہ نگار شیخ ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں کہ: بعض نے ناف سے اوپر اور بعض نے سینہ پر باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ فقہاء کرام میں امام اسحاق بن راہویہ کا یہی موقف ہے۔  
یہ بھی غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۶) مناظر جماعت فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبد الکریم صاحب مدنی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ: ”مذاہب فقہیہ میں شوافع، حنابلہ اور مالک میں اہل تحقیق سینہ پر ہی ہاتھ باندھنے پر عامل ہیں۔“ یہ بھی غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۷) یہی مناظر صاحب اسی صفحہ پر کچھ سطر نیچے لکھتے ہیں کہ: ”صرف چند ضدی مقلدوں کے علاوہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل کسی کا نہیں۔“  
جب کہ یہ غلط بلکہ جھوٹ ہے۔
- (۸) سنابلی صاحب نے حضرت ہبل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث کی من مانی تشریح کی ہے۔
- (۹) سنابلی صاحب حضرت طاووس کی روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: یہ روایت مرسلہ بالکل صحیح ہے۔ جب کہ سنابلی صاحب کے ہی ہم مسلک و مشرب اور مشہور اہل حدیث عالم حافظ زبیر علی زکی صاحب راوی حدیث الہیثم کو حسن الحدیث کہتے ہیں۔
- (۱۰) سنابلی صاحب حضرت بلب کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن آگے جن ائمہ کا حوالہ دیتے ہیں انہوں نے بجائے صحیح کے تحسین کی ہے۔
- (۱۱) سنابلی صاحب مؤمل بن اسماعیل کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔ جب کہ خود ان کے اکابرین اسے ضعیف کہتے ہیں۔
- (۱۲) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”جب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بیان کی ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر عمل کریں؟“  
جب کہ یہ فریب ہے۔
- (۱۳) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ عظیم محدث ہیں بھلا وہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟۔ یہ بھی ایک فریب ہے۔
- (۱۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نسبت کرنا جھوٹ، من گھڑت اور سفیان ثوری رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔  
یہ جھوٹ کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام پر بہتان بھی ہے۔
- (۱۵) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا عمل احناف کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی یہی بات منسوب ہے۔ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تو امام ابو حنیفہ کے سخت مخالف تھے..... جو سفیان ثوری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ کے اس قدر مخالف ہوں بھلا وہ احناف کے مسلک کو کیسے اپنا سکتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹ اور فریب کاری ہے۔
- (۱۶) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: امام بخاری سے یہ قول ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام حزی سے یہ قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ یہ امام حزی کے ساتھ ساتھ دیگر ائمہ

محمد شین پر بھی بہتان ہے۔

(۱۷) سنابلی صاحب لکھتے ہیں: (علامہ ابن عبد البر کی) اس جرح مفسر کے خلاف کسی بھی امام نے ابو حنیفہ کی توثیق نہیں کی ہے۔ یہ بھی ایک جھوٹ ہے۔

(۱۸) سنابلی صاحب نے آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک آثار صحابہ حجت ہی نہیں۔ (دیکھئے اسی کتاب کا ص:.....)

(۱۹) سنابلی صاحب نے حضرت علی کے اثر سے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ اس اثر میں ناف کے اوپر کا ذکر ہے نہ کہ سینہ کا۔

(۲۰) سنابلی صاحب نے حضرت جابر کی حدیث کی من مانی تشریح کی۔

(۲۱) سنابلی صاحب نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث کی تحسین و تصحیح میں تضاد بیانی کی۔

(۲۲) سنابلی صاحب حضرت علی کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ پوری امت کے کسی بھی عالم نے اسے صحیح نہیں کہا۔“

جب کہ یہ جھوٹ ہے۔

(۲۳) سنابلی صاحب حضرت علی کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس کے ضعیف ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کا بیان

آگے آ رہا ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۴) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ (احناف، ناقل) لوگ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو تابعی کہتے ہیں (جو غلط ہے)..... جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۵) سنابلی صاحب امام ابن عبد البر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تحت السرة کی بات ثابت نہیں ہے۔ جب کہ انہی ابن عبد البر کی دوسرے اوپر والی

بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

(۲۶) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: متیوں ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں جن میں سے ایک قول سننے پر ہاتھ

باندھنا بھی ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۷) سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ بات غلط ہے کہ اہل علم میں سے یہ (یعنی سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا) کسی کا قول نہیں۔ بلکہ یہ (سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کا) قول تو

صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ جب کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

(۲۸) سنابلی صاحب نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ اپنی ہی ایک دوسری کتاب ”یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ“ کا حوالہ دیا ہے اور قارئین سے اس کی طرف

رجوع کرنے کی درخواست کی ہے۔ جب کہ یہ فریب ہے۔

### (حرف آخر)

ناظرین کرام! انوار الہدٰی جس کا دنیا سے اہل حدیث میں بڑا نام ہے اور آج اس جماعت کا ہر چھوٹا بڑا جس کے گل پر چیلنج بازی اور للکار کی ساری سرحدیں عبور کر چکا ہے، اس کی پوری حقیقت یہی ہے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا، اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کے مقدمہ نگار مشہور اہل حدیث عالم ارشاد الحق اثری صاحب ہیں، (جنہیں خود امام اسحاق بن راہویہ کا مسلک بھی نہیں معلوم)۔ اور تقریظ نگاروں میں ایک صاحب ابو یزید ضمیر نامی ہیں، جنہیں احتاف کا ہر چھوٹا بڑا چیلنج اور للکار سنایا کرتا ہے۔ اور جامعہ سیدنا زبیر حسین صاحب محدث دہلوی کے ناظم تعلیمات رضاء اللہ عبد الکریم نامی ”منظر جماعت“ بھی ہیں جو ”سلفی“ کو ”سالف“ کی جمع لکھتے ہوئے نہیں شرماتے اور جنہیں ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا صحیح مسلک بھی نہیں معلوم ہے۔ جس کتاب کے مقدمہ نگار اور تقریظ نگاروں کا علمی دنیا میں یہ حال ہو، اس کتاب کا مؤلف کیا کیا گل نہیں کھلائے گا۔

### (ایک مخلصانہ مشورہ)

سنابلی صاحب! اگر تبصرہ میں کوئی نازیبا لفظ استعمال ہو گیا ہو تو معاف کیجئے گا۔ یقیناً ایک مسلمان ہونے کے ناطے میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ان شاء اللہ۔ البتہ راقم کا ایک مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ بخوشی بزعم خویش قرآن و سنت کی اتباع میں سینہ پر ہاتھ باندھیں، خود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں اور اس کی فضیلت بھی بتائیں اور اس موضوع پر اپنی تحریریں بھی پیش کریں، کوئی نہ تو آپ کو قرآن و سنت کا مخالف کہے گا، نہ دوسروں کو اس کی تلقین کرنے اور اس مسئلہ کی نشر و اشاعت سے روکے گا، اور نہ ہی آپ کو ناف کے نیچے باندھنے پر مجبور کرے گا، لیکن خدا واسطے قرآن وحدیث کی آڑ میں اس مسئلے کو بنیاد بنا کر امت کے ایک طبقہ پر الزام و بہتان اور تھلیل و تفسیق کر کے امت میں انتشار پیدا کرنا اور اسی کو عین دین و اسلام بتالینا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دانشمندی کی بات ہوگی، اگر آپ کے خیال میں ان کی نماز واقعی قرآن و سنت کے خلاف ہیں، تو اس کے وہ خود ہی جواب دہ ہوں گے۔ کل بروز محشر

دوسرے کے اعمال و افعال کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

ان آریہ الا اصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ

اللہم ارننا الحق حقا و ارننا الباطل باطلا و ارننا اجتنابہ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ واصحابہ و اتباعہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

انقر العباد

عبدالرشید بن ابوالوفاہ قاسمی سہ ماہیہ مگر

خادم الطالبہ مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن، جامع مسجد، کمالہ سکریت فیکٹری،

اندر میری (ایسٹ) ممبئی ۹۹۔ موبائل نمبر: ۰۷۵۰۶۰۰۲۳۶۲

## مأخذ ومراجع

- (١) انوار البدر
- (٢) المصنف لابن أبي شيبة
- (٣) ابوداؤد بتحقيق الالباني
- (٤) سنن دارقطني
- (٥) السنن الكبرى
- (٦) احكام القرآن
- (٧) سنن ترمذى
- (٨) مستدرک حاكم
- (٩) مسند بزار
- (١٠) القول المسدد
- (١١) صحيح لابن خزيمة
- (١٢) بدائع الفوائد
- (١٣) الكافي لابن قدامة
- (١٤) المجموع شرح المذهب
- (١٥) شرح النووي على مسلم
- (١٦) الاوسط في السنن والاجماع والاختلاف
- (١٧) المغنى في ضعفاء الرجال
- (١٨) البيان في مذهب الامام الشافعي
- (١٩) مسائل الامام احمد واسحاق بن راهويه
- (٢٠) تفسير قرطبي
- (٢١) التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد
- (٢٢) فتح الغفور
- (٢٣) عون المعبود
- (٢٤) الجامع الصحيح
- (٢٥) سنن نسائي
- (٢٦) الضعفاء الصغير
- (٢٧) التاريخ الكبير
- (٢٨) الضعفاء والمتروكين
- (٢٩) الضعفاء والمتروكين
- (٣٠) تدريب الراوى
- الشيخ ابوالقوزان كفايت الله السابلي
- أبوبكر بن أبي شيبة المتوفى ٢٣٥ هـ
- سليمان بن الأشعث أبوداؤد السجستاني المتوفى ٢٤٥ هـ
- ابوالحسن علي بن عمر الدار قطني المتوفى ٣٨٥ هـ
- أبوبكر احمد بن الحسين البيهقي المتوفى ٣٥٨ هـ
- احمد بن محمد المعروف بالطحاوي المتوفى ٣٢١ هـ
- أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذى المتوفى ٢٤٩ هـ
- أبو عبد الله الحاكم النيسابورى المتوفى ٤٠٥ هـ
- أبوبكر أحمد بن عمرو البزار المتوفى ٢٩٢ هـ
- احمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر المتوفى ٨٥٢ هـ
- أبوبكر محمد بن اسحاق النيسابورى المتوفى ٣١١ هـ
- محمد بن أبي بكر المعروف بابن القيم المتوفى ٤٥١ هـ
- أبو محمد مؤلف الدين المعروف بابن قدامة المقدسي ٢٢٠ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووي المتوفى ٦٤٦ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووي المتوفى ٦٤٦ هـ
- أبوبكر ابن المنذر النيسابورى ٣١٩ هـ
- أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي المتوفى ٤٧٨ هـ
- أبو الحسين اليمنى الشافعي المتوفى ٥٥٨ هـ
- اسحاق بن منصور الكوسج ٢٥١ هـ
- محمد بن أحمد الخزرجي القرطبي المتوفى ٦٤١ هـ
- ابن عبد البر المتوفى ٥٢٣ هـ
- محمد حيات بن ابراهيم السندی المديني المتوفى ١١٦٣ هـ
- علامه شمس الحق عظيم آبادى المتوفى ١٣٢٩ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٣ هـ
- احمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٣ هـ
- محمد بن اسماعيل البخارى المتوفى ٢٠٣ هـ
- احمد بن شعيب النسائي المتوفى ٣٠٣ هـ
- عبد الرحمن بن علي ابن الجوزى المتوفى ٥٩٤ هـ
- محي الدين يحيى بن شرف النووي المتوفى ٦٤٦ هـ

۸۵۲ أحمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر المتوفی  
 ۸۵۲ أحمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر المتوفی  
 أبو العلاء عبد الرحمن المباركفوری المتوفی ۱۳۵۳ هـ  
 حافظ زبیر علی زکی المتوفی  
 حمد بن عبد اللہ بن عبد العزیز الحمد  
 أحمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ هـ  
 محمد بن یزید المعروف بابن ماجہ المتوفی ۲۴۳ هـ  
 أحمد ابن حنبل المتوفی ۲۴۱ هـ  
 أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الذهبي المتوفی ۴۳۸ هـ  
 أبو الحسن نور الدین الہیثمی المتوفی ۸۰۷ هـ  
 أحمد بن شعيب النسائي المتوفی ۳۰۳ هـ  
 أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزی ۴۲۲ هـ  
 أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الذهبي المتوفی ۴۳۸ هـ  
 أحمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری، بعد ۹۲۳ هـ  
 أبو محمد بدر الدین العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ هـ  
 زين الدين الحدادی المناوی القاهری المتوفی ۱۰۳۱ هـ  
 أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدین الألبانی ۱۳۲۰  
 أبو العباس شهاب الدین البوصیری ۸۴۰  
 حافظ عبد المنان اور حافظ عبد السلام کے تحریری مناظرے  
 أبو عبد اللہ محمد بن نصر المروزی ۲۹۳ هـ  
 اسماعیل بن عمر الشافعی المتوفی ۳۷۷ هـ  
 ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ هـ  
 السيد محمد نذیر حسین المحدث الدہلوی  
 نواب صدیق حسن خان بھوپالی  
 نواب صدیق حسن خان بھوپالی  
 نواب صدیق حسن خان القنوجی البھوپالی المتوفی ۱۳۰۸  
 نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان بھوپالی  
 أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدین الألبانی ۱۳۲۰  
 أبو محمد علی بن أحمد الاندلسی الظاہری ۴۵۶ هـ  
 حافظ زبیر علی زکی المتوفی

(۳۱) تہذیب التہذیب  
 (۳۲) تقریب التہذیب  
 (۳۳) تحفة الأحوذی  
 (۳۴) نمازیں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام  
 (۳۵) شرح زاد المستقنع  
 (۳۶) مسند احمد بتحقیق شعيب الارنؤوط  
 (۳۷) ابن ماجہ  
 (۳۸) مسند احمد  
 (۳۹) میزان الاعتدال  
 (۴۰) مجمع الزوائد  
 (۴۱) السنن الکبری  
 (۴۲) صحیح ابن خزيمة بتحقیق الالبانی  
 (۴۳) تہذیب الکمال  
 (۴۵) من تکلم فیہ وهو مؤثق  
 (۴۶) خلاصة تہذیب تہذیب الکمال  
 (۴۷) معانی الآثار  
 (۴۸) فیض القدير  
 (۴۹) التکمیل فی الجرح والتعديل  
 (۵۰) سلسلة الاحادیث الضعیفة  
 (۵۱) مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ  
 (۵۲) مکالمات نور پوری  
 (۵۳) اختلاف الفقہاء. اختلاف العلماء  
 (۵۴) تفسیر لابن کثیر  
 (۵۵) الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقہاء  
 (۵۶) فتاوی نذیریہ  
 (۵۷) بدور الأہلہ  
 (۵۸) دلیل الطالب  
 (۵۹) التاج المکمل  
 (۶۰) عرف الجادی  
 (۶۱) اصل صفة صلاة النبی ﷺ  
 (۶۲) الملحق بالآثار  
 (۶۳) ملحقی اہل الحديث  
 (۶۴) اہل حدیث ایک صفاتی نام

أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبي المتوفى ٤٣٨ هـ

أبو محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم المتوفى ٣٢٤ هـ

عبد الله بن عدي الجرجاني المتوفى ٣٦٥ هـ

علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی

شیخ ارشاد الحق اثری

(٦٣) سیر أعلام النبلاء

(٦٥) الجرح والتعديل

(٦٦) الكامل في ضعفاء الرجال

(٦٧) تحفہ سندید بر رسالہ اجتہاد و تقلید

(٦٨) پاک و جہد میں علماء اہل حدیث کی خدمات حدیث

## مؤلف کی تالیفات

### ﴿غیر مقلدین کا فرار، ایک دلچسپ داستان﴾

**حسب ایمہ:** استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحق رحمانی (سابق محقق شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند)

جس میں ائمہ مجتہدین کی اشاعت حق اور اسلام کی صحیح تشریح و درمختار، رد المحتار، فتاویٰ ہندیہ، قدوری، ہدایہ شرح وقایہ، بہشتی زیور سے عوام کو مدظن کرنے کی غیر مقلدین کی طرف سے چلائی جانے والی تحریک پر تبصرہ، قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ حنفی پر مخالفین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے جوابات، الزامی سوالات، مسلک حق بالخصوص طلاق ثلاث، شراب کی حلت و حرمت، کتے کی خرید و فروخت کے جواز اور کشف و کرامات کی تائید میں قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اسلاف کے اقوال، غیر مقلدین کی لاجوابی، فتنہ انگیزی، کذب بیانی و دروغ گوئی، قرآن و حدیث کے خلاف ان کے عقائد و نظریات اور تقریباً پچاس فردی مسائل موجود ہیں۔

قیمت: ۳۰ روپیہ

### ﴿رد بدعات و منکرات﴾

**تقریظ:** حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن فچوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

جس میں قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ، اور عبارات اسلاف سے چند مروجہ بدعات مثلاً میلاد، عرس، تعزیہ پرستی، قرآن خوانی، فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں، صلوٰۃ و سلام، بعد مرگ دعوت مروجہ، قبروں پر عمارت، ان پر چراغاں کرنا، طواف کرنا اور سلام و مصافحہ وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

قیمت: ۶۰ روپیہ

### ﴿ایام قربانی تین یا چار؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں﴾

جس میں قرآن کریم، احادیث رسول اور عبارات محدثین واسلاف سے قربانی کی اہمیت و فضیلت، اس کی تاریخی و شرعی حیثیت اور ایام قربانی کے تین دن ہونے پر سیر حاصل بحث اور چار دن کی روایات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

قیمت: ۶۰ روپیہ

### ﴿امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت محدث، فقیہ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات﴾

جس میں احادیث رسول ﷺ، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین و محدثین اور اسلاف کے اقوال سے امام ابوحنیفہ کی تابعیت، مہارت حدیث، تدوین حدیث، فقہیت، تدوین فقہ اور تعدیل و توثیق وغیرہ پر سیر حاصل بحث اور مخالفین کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ (غیر مطبوع)

قیمت: ۶۰ روپیہ

### ﴿انوار الحجة فی وضع الیدین تحت السرة﴾

(انوار الہدٰی فی وضع الیدین علی الصدر)

پرایک سرسری نظر

یہ کتاب دراصل مشہور اہل حدیث عالم شیخ کفایت اللہ سنابلی کی کتاب ”انوار الہدٰی فی وضع الیدین علی الصدر“ کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں جانمیں (سینہ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائلین) کی روایات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ سنابلی صاحب کی کذب بیانی، فریب کاری، دروغ گوئی، من مانی حدیث فہمی وحدیث دانی، ائمہ کی طرف غلط نسبت، مسلکی تعصب، تضادات، اعتراضات کے جوابات اور الزامی سوالات موجود ہیں۔

قیمت: ۶۰ روپیہ